نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتی یبلغه

ماهنامه

حضرو

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

رجب ۱۴۳۱ھ جولائی ۲۰۱۰ء

- سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور تقلید
- اہلِ حدیث کی عظیم الشان فضیلت
- کیا فتح الباری میں حافظ ابن حجر کا سکوت حجت ہے؟
- "حدیث اور اہلحدیث" کتاب کی تیس (۳۰) خیانتیں
- ڈاکٹر اسرار احمد اور عقیدۂ وحدت الوجود

مکتبۃ الحدیث

حضرو اٹک: پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 7 | رجب ۱۴۳۱ھ جولائی ۲۰۱۰ء | شمارہ: 7

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

300 روپے

اس شمارے میں

خط و کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

كلمة الحديث

محمد صدیق رضا

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور تقلید

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: اپنے دین میں لوگوں کی تقلید مت کرو۔
یہ فرمان امام بیہقی کے حوالے سے پیشِ خدمت ہے:
امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**أخبرنا أبو عبد اللّٰه الحافظ :ثنا أبو العباس محمد ابن يعقوب :ثنا محمد بن خالد :ثنا أحمد بن خالد الوهبي :ثنا إسرائيل عن أبي حصين عن يحيى بن وثاب عن مسروق عن عبد اللّٰه يعني ابن مسعود أنه قال: لا تقلدوا دينكم الرجال فإن أبيتم فبالأموات لا بالأحياء**''
سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو، پس اگر تم (میری بات کا) انکار کرتے (یعنی منکر) ہو تو فوت شدہ لوگوں کی (اقتداء) کرلو، زندوں کی نہ کرو۔

(السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اس ترجمے میں اقتداء کا لفظ طبرانی کی روایت اور دیگر دلائل کے پیشِ نظر لکھا گیا ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۹ ص ۱۶۶ ح ۸۷۶۴)

نیز آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**اُغد عالمًا أو متعلّمًا ولا تغد إمّعة بين ذلك**''
عالم بنو یا متعلم (علم سیکھنے والا) بنو، ان دونوں کے علاوہ مقلد نہ بنو۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ص ۳۷ رقم: ۱۲۵۰، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۷۱، ۲۷ ح ۱۰۸، وسندہ حسن، تیسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۵، چوتھا نسخہ ج ۱ ص ۲۹، زر ھو ابن حبیش ثقہ مشہور، صحیح جامع بیان العلم وفضلہ ص ۴۳ ص ۵۲)

وحید الزمان کیرانوی دیوبندی ''**إمعة** '' کے معنی لکھتے ہیں: ''**الإمّع** : ہر ایک کی ہاں میں ہاں ملانے والا، کسی بات پر نہ جمنے والا، ضعیف الرائے (۲) مقلد (۳) طفیلی (کبھی مبالغہ کیلئے آخر میں تاء کا اضافہ کرتے ہیں) '' (القاموس الوحید ص ۱۳۴)

امعہ کی تشریح میں محمد بن یعقوب فیروز آبادی (متوفی ۸۱۷ھ) نے لکھا ہے: ''**والمحقب**

الناس دينه ''اور اپنے دین میں لوگوں کے پیچھے چلنے والا۔ (القاموس المحیط ص ۹۰۵، ام ع)

مشہور نحوی امام ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری الفارابی (متوفی ۳۹۸ھ) نے امعہ کی تشریح میں فرمایا: ''يقال ... للذي يكون لضعف رأيه مع كل أحد ''یہ اُسے کہا جاتا ہے جو اپنی کمزور رائے کی وجہ سے ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔ (الصحاح للجوہری ج ۳ ص ۹۸۶)

محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے امعہ کی تشریح میں لکھا ہے: ''قلت : و معناه المقلّد الذي جعل دينه تابعًا لدين غيره بلا روية و لا تحصيل برهان ''

میں نے کہا: اور اس سے مراد مقلد ہے جو دلیل حاصل کئے بغیر اور بے سوچے سمجھے اپنے دین میں دوسرے کی اتباع (پیروی) کرتا ہے۔ (تاج العروس ج ۱۱ ص ۴)

نیز دیکھئے غریب الحدیث للامام ابی عبید القاسم بن سلام الہروی (ج ۴ ص ۴۹، ۵۰)

علمائے لغت کی ان وضاحتوں سے معلوم ہوا کہ ''إمّعة ''مقلد کو کہا جاتا ہے جو دین میں لوگوں کی تقلید کرتا ہے، لوگوں کے پیچھے بے سوچے سمجھے چلتا ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صاف صاف فرمادیا تھا کہ ''و لا تغد إمعة ''مقلد مت بنو۔

لیکن وائے افسوس کہ ہر آڑے وقت میں اور محض اپنی مطلب برآری کے لئے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام بہت زیادہ استعمال کرنے والے اور عامۃ الناس کو یہ غلط تاثر دینے والے کہ ہمارے مسلک کی بنیاد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ پر ہے، ان کے اس صریح فرمان کو نظر انداز کرتے ہوئے یا تاویل کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے سب سے زیادہ تقلید پر زور دیتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی انتہائی ناکام ترین کوشش کرتے ہیں کہ اس کے بغیر گویا دین ہی مکمل نہیں ہوتا اور اس کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں (!) بلکہ بعض غالی مقلدین جب تک دین و دنیا کے تمام مفاسد کی جڑ اور بنیاد عدمِ تقلید کو نہ ٹھہرائیں، چین نہیں لے پاتے۔!!

لیکن غور کیجئے! اگر واقعی ایسا ہوتا تو کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس کا حکم نہ دیتے؟ اور کیا سید الفقہاء سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے منع فرماتے؟

تفصیل کے لئے دیکھئے: ''دین میں تقلید کا مسئلہ''

فقہ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

اہلِ حدیث کی عظیم الشان فضیلت

۲۲۸۔۲۲۹) وعن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :
((نضر اللّٰہ عبدًا سمع مقالتي فحفظها ووعاها و أدّاها فرُبّ حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلٰى من هو أفقه منه . ثلاث لا يغلّ عليهن قلب مسلم : إخلاص العمل للّٰه والنصيحة للمسلمين و لزوم جماعتهم فإن دعوتهم تحيط من ورائهم .)) رواه الشافعي والبيهقي فى المدخل .
ورواه أحمد والترمذي و أبو داود وابن ماجه والدارمي عن زيد بن ثابت . إلا أن الترمذي و أبا داود لم يذكرا :((ثلاث لا يغلّ عليهن)) إلٰى آخره .

اور (سیدنا عبداللہ) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ اُس بندے کے چہرے کو تر و تازہ رکھے، جس نے ہماری بات (حدیث) سُن کر اُسے یاد رکھا اور محفوظ کیا اور (پھر) اُسے ادا کر (کے دوسروں تک پہنچا) دیا، بعض اوقات حاملِ فقہ فقیہ (سمجھدار) نہیں ہوتا اور بعض اوقات حاملِ فقہ اُسے اُس تک پہنچا دیتا ہے جو اُس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔
تین چیزوں سے مسلمان کا دل کبھی خیانت اور بخل نہیں کرتا:
(۱) اللہ کے لئے خالص عمل/ یعنی خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ کے لئے اعمال صالحہ بجالانا،
(۲) مسلمانوں کے لئے خیر خواہی
(۳) اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ اُن کی دعوت (دعا) دُور والوں کو بھی گھیر لیتی ہے۔

اسے شافعی (مختصر المزنی ص ۴۲۳، الرسالہ ص ۴۰۱ فقرہ: ۱۱۰۲، مسند الشافعی ص ۲۴۰ ح ۱۱۸۴ بترقیمی، مسند الشافعی بترتیب السندھی ۱۶/۱، وترتیب سنجر بن عبداللہ الناصری: ۱۸۰۶) اور بیہقی

نے مدخل (؟، شعب الایمان: ۱۷۳۸) میں روایت کیا ہے۔

اور احمد (۵/۱۸۳ ح ۲۱۹۲۴) ترمذی (۲۶۵۶ وقال: حسن) ابو داود (۳۶۶۰) ابن ماجہ (۲۳۰) اور دارمی (۲۳۵) نے (سیدنا) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا، لیکن ترمذی اور ابو داود دونوں نے ''تین چیزوں سے (مسلمان کا دل) کبھی خیانت نہیں کرتا'' سے آخر تک کے الفاظ بیان نہیں کئے۔

تحقیق الحدیث: یہ حدیث صحیح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی ایک حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح'' اور ابن حبان (الاحسان: ۶۶، ۶۸، ۶۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُن کے بیٹے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ کے سماع میں کلام ہے اور خاص اس حدیث میں سماع معلوم نہیں لیکن اس کے دو صحیح شواہد ہیں:

اول: **نضر اللّٰہ** سے لے کر **لیس بفقیه** تک والی روایت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ اسے ترمذی نے حسن (۲۶۵۶) اور ابن حبان (۶۷) نے صحیح قرار دیا۔

اس کی سند صحیح ہے۔

دوم: ((**ثلاث خصال لا یغل علیهن قلب مسلم أبدًا : إخلاص العمل للّٰه و مناصحة ولاة الأمر و لزوم الجماعة فإن دعوتهم تحیط من ورائهم .**))

تین خصلتوں پر مسلم کا دل کبھی خیانت نہیں کرتا: خالص اللہ کے لئے عمل، حکمرانوں کے لئے خیر خواہی اور جماعت کو لازم پکڑنا کیونکہ اُن کی دعوت دُور والوں کو بھی گھیر لیتی ہے۔

(مسند احمد ۵/۱۸۳ ح ۲۱۵۹۰ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وسندہ صحیح)

ان شواہد کے ساتھ روایت مذکورہ بھی صحیح ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں اہل حدیث (صحیح العقیدہ محدثین کرام) کی بہت بڑی فضیلت ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**نضر اللّٰه امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظه حتی**

یبلّغه فرُبّ حامل فقه إلٰی من هو أفقه منه و رب حامل فقه لیس بفقیه ‘‘

اُس شخص کے چہرے کو اللہ تروتازہ رکھے جو ہم سے کوئی حدیث سُنے پھر اُسے یاد کرے حتیٰ کہ وہ اسے آگے پہنچائے کیونکہ بعض اوقات فقہ اُٹھانے والا اُس تک پہنچا دیتا ہے جو اُس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے اور بعض اوقات فقہ اُٹھانے والا فقیہ نہیں ہوتا۔

(سنن ابی داود: ۳۶۶۰ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وسندہ صحیح)

۲: بعض لوگ فتاویٰ شامی، فتاویٰ عالمگیری اور ملا مرغینانی کی کتاب الہدایہ وغیرہا کو فقہ سمجھے بیٹھے ہیں، حالانکہ اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ حدیث فقہ ہے۔

۳: حدیث کو بار بار پڑھنا پڑھانا اور اس کی تکرار کرنا صحیح ہے تاکہ حدیث یاد ہو جائے۔

۴: بغیر عذر کے الفاظِ حدیث میں اختصار کرنا ناپسندیدہ ہے۔

۵: حدیث سے استنباط کر کے مسائل نکالنا تفقہ کہلاتا ہے اور یہ مسنون اور قابلِ تعریف عمل ہے۔

۶: ہمیشہ روایت باللفظ کا التزام اور روایت بالمعنیٰ سے اجتناب کرنا چاہئے، تاہم زمانۂ تدوینِ حدیث میں ثقہ وصدوق راویوں نے جو روایات بالمعنیٰ بیان کیں، وہ بھی صحیح یا حسن ہیں اور اُن سے استدلال جائز ہے، بشرطیکہ شاذ یا معلول نہ ہوں۔

۷: خلوص نیت اور اعمال صالحہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مومن کو خیانت اور نفاق وغیرہ سے بچاتا ہے۔

۸: ہر وقت حسبِ استطاعت قرآن و حدیث کی دعوت دوسروں تک پہنچانے میں مصروف رہنا چاہئے۔

۹: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

۱۰: لزومِ جماعت سے کیا مراد ہے؟ اس کی تشریح میں مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ’’**أي موافقة المسلمین فی الاعتقاد و العمل الصالح و صلٰوۃ الجماعة و الجمعة و العیدین و طاعة الأمراء المسلمین وغیر ذلك .** ‘‘

یعنی اعتقاد، عمل صالح، نماز با جماعت ، جمعہ اور عیدین میں مسلمانوں کی موافقت کرنا اور مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کرنا وغیرہ۔ (مرعاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۳۲۷۔۳۲۸)

یعنی روایت مذکورہ میں جماعت (اور جماعت المسلمین) سے مراد تین باتیں ہیں:

(۱) تمام مسلمانوں کا اجماع (نیز دیکھئے الرسالہ للشافعی:۱۱۰۵)

(۲) صحیح العقیدہ مسلمانوں کی نماز باجماعت

(۳) مسلمان حکمرانوں اور خلیفہ کی اطاعت پر مجتمع مسلمین (نیز دیکھئے التمہید ۲۱/۲۷۷۔۲۷۸)

اس حدیث سے مروّجہ کاغذی پارٹیاں اور بے حد وشمار جماعتیں مراد نہیں ہیں، جو کہ باہم ایک دوسرے سے برسرِ پیکار اور دست بگریباں ہیں۔

یاد رہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ صحیح العقیدہ مسلمان مختلف پارٹیوں اور جماعتوں میں تقسیم ہو جائیں اور ایک دوسرے کے سر پھاڑتے ، فتوے لگاتے یا ایک دوسرے سے بغض رکھتے پھریں بلکہ دینِ اسلام میں مسلمانوں کا اتفاق اور باہمی محبت واتحاد مطلوب ہے۔

فائدہ: **تلزم جماعة المسلمين و إمامهم** اور **الجماعة** والی احادیث کا معنی تو آپ نے دیکھ لیا، اب **و إمامهم** کا معنی پیشِ خدمت ہے:

امام اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے **ميتة جاهلية** والی حدیث کے بارے میں فرمایا: کیا تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے، ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے، پس اس حدیث کا یہی معنی ہے۔

(سوالات ابن ہانی: ۲۰۱۱، علمی مقالات ج ۱ ص ۴۰۳ بتصرف یسیر)

۲۳۰۔۲۳۱) وعن ابن مسعود قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ((نضر الله امرأً سمع منا شيئًا فبلّغه كما سمعه فرب مبلغٍ أوعى له من سامع .)) رواه الترمذي و ابن ماجه . ورواه الدارمي عن أبي الدرداء .

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سُنا: اللہ اُس آدمی کے چہرے کو تر وتازہ رکھے جو ہم سے کوئی چیز سُنے پھر اسے جس طرح سُنا تھا آگے پہنچا دے، بعض اوقات جس تک بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔

اسے ترمذی (۲۶۵۷) اور ابن ماجہ (۲۳۲) نے روایت کیا ہے۔

اور دارمی (۱/۷۵ ح ۲۳۶) نے اسے (سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: صحیح ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۲۲۸۔۲۲۹

سنن دارمی والی روایت میں یحییٰ بن موسیٰ البلخی ، ابوسعید عمرو بن محمد العنقزی القرشی الکوفی اور اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی تینوں ثقہ تھے۔ عبدالرحمٰن بن زبید بن الحارث الیامی کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور اُس پر امام بخاری کی طرف منسوب جرح ''منکر الحدیث'' امام بخاری سے ثابت نہیں لہٰذا عبدالرحمٰن مذکور مجہول الحال ہے۔ ابوالعجلان کو بقولِ حافظ ابن حجر عجلی نے ثقہ قرار دیا لیکن ہمیں یہ حوالہ کتاب الثقات (التاریخ) للعجلی میں نہیں ملا۔ واللہ اعلم

مختصر یہ کہ دارمی والی سند عبدالرحمٰن بن زبید کی جہالتِ حال وغیرہ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اس کے صحیح شواہد ہیں لہٰذا یہ حدیث شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ والحمدللہ

فائدہ: دارمی والی روایت مذکورہ کو طبرانی نے اسرائیل عن عبدالرحمٰن بن زبید کی سند سے بیان کیا ہے۔ (دیکھئے جامع المسانید لابن کثیر ۱۳/۶۵۲۔۶۵۳ ح ۱۱۱۸۷، وفی المطبوع تصحیف)

فقہ الحدیث کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۲۲۸۔۲۲۹

امام مالک کا آخری عمل رفع یدین ہے

امام ابوالعباس القرطبی نے کہا: ان تینوں جگہوں پر رفع الیدین کرنا امام مالک کا آخری اور سب سے صحیح قول ہے۔ (طرح التثریب ج ۱ ص ۲۵۴ واللفظ لہ، المفہم ۲/۱۹)

اس کے مقابلے میں (کہا جاتا ہے کہ) صرف سحنون نے امام مالک سے ترک رفع الیدین روایت کیا ہے لیکن یہ روایت شاذ ومردود ہے۔ (نیز دیکھئے تاریخ دمشق ۵۵/۱۳۴)

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

کیا فتح الباری میں حافظ ابن حجر کا سکوت حجت ہے؟

سوال کیا حافظ ابن حجر العسقلانی کا فتح الباری میں کسی حدیث یا روایت پر سکوت کرنا (جرح نہ کرنا) اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت صحیح یا حسن یعنی حجت ہے؟

(ایک سائل)

الجواب ظفر احمد تھانوی دیوبندی کے نزدیک حافظ ابن حجر کا فتح الباری میں کسی روایت پر سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت حافظ ابن حجر کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔ دیکھئے اعلاء السنن (ج ۱۹ ص ۸۹)

ایک روایت کے بارے میں شوکانی یمنی نے کہا: اسے حافظ نے الفتح میں ذکر کیا اور اس پر کلام نہیں کیا۔

یہ قول ذکر کرنے کے بعد ظفر احمد نے کہا: ''**وفیہ دلیل علیٰ أن سکوت الحافظ فی الفتح عن حدیث حجۃ و دلیل علیٰ صحتہ أو حسنہ ، واللہ أعلم**''

اور اس میں دلیل ہے کہ حافظ کا الفتح (فتح الباری) میں کسی حدیث پر سکوت کرنا حجت ہے اور اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۹ ص ۹۰، ترجمہ از ناقل)

آلِ دیوبند کا یہ اصول راقم الحروف نے اپنی کتاب ''تعدادِ رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ'' میں بطورِ الزام پیش کیا ہے۔ دیکھئے ص ۲۰

تحقیق یہ ہے کہ فتح الباری (اور التلخیص الحبیر) میں حافظ ابن حجر کا سکوت حدیث کے حسن یا صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے جن احادیث و روایات پر فتح الباری میں سکوت کیا ہے، اُن میں ضعیف اور ضعیف جداً بلکہ موضوع روایات بھی ہیں۔ تحقیق کے لئے دیکھئے

انیس الساری فی تخریج وتحقیق الاحادیث التی ذکرھا الحافظ ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری.

فی الحال موضوع روایات کی چار مثالیں پیشِ خدمت ہیں، جن پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں سکوت کیا ہے۔

مثال اول: حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا:

''**وفیه حدیث عند الطبراني و أبی الشیخ عن أنس رفعه : یعق عنه من الإبل والبقر والغنم** ''اوراس (مسئلے یا باب) میں طبرانی اورابوالشیخ کی (سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) سے مرفوع حدیث ہے کہ اُس (نومولود) کی طرف سے اونٹوں، گائیوں اور بکریوں میں سے عقیقہ کرنا چاہئے۔ (فتح الباری ۵۹۳/۹ تحت ح ۵۴۷۲)

یہ روایت المعجم الصغیر للطبرانی (ج ۱ ص ۸۴ ح ۲۱۷ بترقیمی) میں مسعدہ بن الیسع کی سند سے مذکور ہے۔ (انیس الساری ج ۹ ص ۶۷۳۱ ح ۴۷۴۰ وقال صاحب الکتاب: ''موضوع'' مجمع الزوائد ۵۸/۴ وقال الہیثمی: فیه مسعدة بن الیسع وهو كذاب)

اس کے راوی مسعدہ بن الیسع کے بارے میں امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا:

''**هو ذاهب منکر الحدیث لا یشتغل به ، یکذب علٰی جعفر بن محمد عندي والله أعلم** ''وہ گیا گزرا ہے، منکر حدیثیں بیان کرنے والا، اس (کی روایتوں) کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہئے، وہ میرے نزدیک جعفر بن محمد (الصادق رحمہ اللہ) پر جھوٹ بولتا تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۳۷۱/۸)

نیز دیکھئے لسان المیزان (۲۳/۶)

مثال دوم: حافظ ابن حجر نے کہا:

''**و قد أخرج أبو داود من حدیث أبی العشراء عن أبیه أن النبي ﷺ سئل عن العتیرة فحسنها** '' اور ابوداود نے ابوالعشراء عن ابیہ کی حدیث سے روایت کیا کہ نبی ﷺ سے عتیرہ (زمانۂ جاہلیت میں معبودوں کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اسے اچھا قرار دیا یعنی پسند کیا۔!

(فتح الباری ۹/۵۹۸ تحت ح ۵۰۴۷)

یہ روایت امام ابو داود کی مشہور کتاب السنن میں نہیں، بلکہ کسی دوسری کتاب میں **عبدالرحمٰن بن قيس عن حماد بن سلمة عن أبی العشراء الدارمي عن أبيه** کی سند سے مذکور ہے۔

دیکھئے تہذیب التہذیب (۱۲/۱۶۶۔۱۶۷، دوسرا نسخہ ۱۲/۱۸۶، ترجمۃ ابی العشراء) تہذیب الکمال للمزی (۸/۳۷۱) اور انیس الساری (۲/۱۱۸۴ ح ۸۴۳ وقال: موضوع)

اس کا راوی ابو معاویہ عبدالرحمٰن بن قیس الضبی البصری کذاب (جھوٹا راوی) تھا۔

اس کے بارے میں امام ابوزرعہ الرازی نے فرمایا: ''**وکان کذاباً**'' اور وہ جھوٹا تھا۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۵/۲۷۸)

خود حافظ ابن حجر نے کہا: ''**متروك كذبه أبو زرعه وغيره**'' وہ متروک ہے، اسے ابوزرعہ وغیرہ نے کذاب کہا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۳۹۸۹)

مثال سوم: حافظ ابن حجر نے کہا:

''**وروى البيهقي أن يهودياً سمع النبي ﷺ يقرأ سورة يوسف فجاء و معه نفر من اليهود فأسلموا كلهم**'' اور بیہقی نے روایت کیا کہ ایک یہودی نے نبی ﷺ کو سورۃ یوسف پڑھتے ہوئے سنا، پھر وہ اپنے ساتھ دوسرے یہودیوں کو لے کر آیا تو وہ سارے کے سارے مسلمان ہوگئے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۲۷۶ تحت ح ۳۹۴۱، انیس الساری ۱۰/۹۸۴ وقال: موضوع)

یہ روایت دلائل النبوۃ للبیہقی (۶/۲۷۶) میں **محمد بن مروان السدی الصغير عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس** کی سند سے موجود ہے۔

محمد بن مروان السدی کذاب راوی ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ ۲۴ ص ۵۰۔۵۲)

ابن نمیر نے کہا: وہ (محمد بن مروان السدی) کذاب ہے۔

(الضعفاء الکبیر للعقیلی ۱۳۶/۴، وسندہ حسن، دوسرا نسخہ ج۴ص ۱۲۸۹۔۱۲۹۰)

خود حافظ ابن حجر نے کہا: ''**متهم بالكذب**'' (تقریب التہذیب: ۶۲۸۴)

سدی صغیر کا استاد محمد بن السائب الکلبی کذاب تھا۔ (الحدیث حضرو: ۲۴ص ۵۳۔۵۴)

سلیمان التیمی نے کہا: کوفہ میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۲۷۰/۷ وسندہ صحیح)

خود حافظ ابن حجر نے اسے ''**المفسر متهم بالكذب ورمي بالرفض**'' قرار دیا۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۵۹۰۱)

حاکم نیشاپوری نے کلبی کے بارے میں کہا: ''**أحاديثه عن أبي صالح موضوعة**''

اس کی ابوصالح سے حدیثیں موضوع ہیں۔ (المدخل الی الصحیح ص۱۹۵ ت۱۷۱)

خلاصہ یہ کہ یہ سند موضوع ہے۔

مثال چہارم: حافظ ابن حجر نے کہا:

''**ومن حديث بريده رفعه : اللهم اجعل صلواتك و رحمتك وبركاتك علىٰ محمد و علىٰ آل محمد كما جعلتها علىٰ إبراهيم و علىٰ آل إبراهيم و أصله عند أحمد**'' اور (ابوالعباس السراج نے روایت کیا) بریدہ (رضی اللہ عنہ) کی مرفوع حدیث سے کہ'' **اللهم اجعل صلواتك و رحمتك وبركاتك علىٰ محمد و علىٰ آل محمد كما جعلتها علىٰ إبراهيم و علىٰ آل إبراهيم**'' اور اس کی اصل احمد کے پاس (یعنی مسند احمد میں) ہے۔

(فتح الباری ۱۵۹/۱۱ تحت ح ۶۳۵۷، ۶۳۵۸، اور انیس الساری ج ۱ص ۸۳۸ ح ۵۶۷)

مسند احمد (۳۵۳/۵) وغیرہ کی اس روایت کی سند میں ابوداود نفیع بن الحارث الاعمیٰ ہے۔

دیکھئے انیس الساری (۸۳۸/۱)

ابوداود الاعمیٰ کے بارے میں اس کے ہم عصر امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''**كـــذاب**'' وہ جھوٹا ہے۔ (الکامل لابن عدی ۲۵۲۳/۷۔۲۵۲۴ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۳۲۸/۸،

نیز دیکھئے مسائل صالح بن احمد بن حنبل: ۷۳۱، اور موسوعۃ اقوال الامام احمد ۴/۲۶)

حاکم نیشاپوری نے کہا: ''**روی عن بریدة الأسلمي و أنس بن مالك أحاديث موضوعة**'' اس نے بریدہ الاسلمی اور انس بن مالک (رضی اللہ عنہما) سے موضوع حدیثیں بیان کیں۔ (المدخل الی الصحیح ص۲۱۸ ت۲۱۰)

خود حافظ ابن حجر نے کہا: ''**متروك و قد كذبه ابن معين**'' وہ متروک ہے اور ابن معین نے اسے کذاب کہا۔ (تقریب التہذیب: ۷۱۸۱)

خلاصہ یہ کہ یہ سند بھی موضوع ہے۔

ان چار مثالوں سے ثابت ہوا کہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر کا کسی حدیث یا روایت پر سکوت کرنا اس کے صحیح یا حسن یا حجت ہونے کی دلیل نہیں بلکہ علماء کو چاہئے کہ اصل کتابوں کی طرف رجوع کر کے فتح الباری میں مذکورہ روایت یا روایات کی تحقیق کریں اور پھر اگر صحیح وحسن ثابت ہو جائیں تو بطورِ حجت پیش کریں۔

اگر ایسا ممکن نہ ہو تو مجرد سکوت سے استدلال نہ کریں اور ہمہ تن تحقیق کے لئے مصروف رہیں۔ **وما علينا إلا البلاغ** (۷/نومبر ۲۰۰۹ء)

رقص وسماع اور خرقہ پوشی

شیخ ابو محمد محمود بن ابی القاسم بن بدران الدشتی الحنفی رحمہ اللہ (متوفی ۶۶۵ھ) نے فرمایا:

''**ألا فإنّ الرقص و استماع الغناء و الشبابات و اللعب بالشطرنج و لبس الخرقة من المشايخ و تقليد الجهال من العبّاد أمر تبيّن زيغه عند أهل الإسلام و السنة.**''

لوگو سُن لو! بے شک رقص کرنا، گانے سُننا، بانسریاں بجانا، شطرنج کھیلنا، مشائخ (پیروں) سے خرقہ پوشی کرنا، جاہل عبادت گزاروں کی تقلید (اُن کی مقرر کردہ خاص علامات کو بطورِ نشان پہننا یا اختیار کرنا) ایسی باتیں ہیں جن کی اہلِ اسلام اور اہلِ سنت کے نزدیک گمراہی واضح ہے۔ (کتاب النہی عن الرقص والاستماع ج۲ ص۶۷۶)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

جماعت المسلمین (رجسٹرڈ) کے چند اُصول اور تکفیرِ اصحابِ رسول (قسط:۲، آخری)

۳: سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: '' قلت : یارسول اللّٰه! إنا کنا في جاھلیة و شر فجاء نا اللّٰه بھذا الخیر...... ''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جاہلیت اور شر میں تھے کہ ہمارے پاس (اللہ تعالیٰ) یہ بھلائی لایا۔

(بخاری:۷۰۸۴؛ مسلم:۱۸۴۷)

ان روایات میں اسلام سے قبل زمانے کو ''جاہلیت'' کا نام دیا گیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث پر کتاب المناقب میں ''باب أیام الجاھلیة'' کا باب قائم کیا۔ جاہلیت میں بہت سے عقائد و نظریات اور اعمال تھے جو سب کے سب کفر و شرک نہیں تھے، مثلاً اللہ تعالیٰ کو خالق، مالک، رازق، مدبر الامور ماننا جیسا کہ قرآن مجید میں کئی ایک مقام پر اس کا بیان موجود ہے۔ مثلاً دیکھئے سورۃ العنکبوت (۶۱، ۶۳) الزخرف (۸۷)

☆ چپ رہنے کا روزہ۔ (بخاری:۳۸۳۴) ☆ جنازہ کے لئے کھڑے ہونا۔ (بخاری:۳۸۳۷)

☆ قومیت کا تعصب (بخاری:۳۵۱۸)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے امور تھے، لیکن ان میں سے کوئی بات کفر و شرک نہیں، جہاں بہت سے امور شرکیہ، کفریہ تھے، وہاں ایمانِ خالص اور شرک و کفر سے بے زار لوگوں کا بھی وجود تھا، اہل ایمان بھی موجود تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ ھُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ○ اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ جن کو ہم

نے کتاب دی ہے اس (کتاب) سے پہلے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔اور جب ان پر (اس کتاب کی) تلاوت کی جائے تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں ہم اس سے پہلے بھی مسلم تھے۔انہیں دہرا اجر دیا جائے گا اس لئے کہ یہ اس بات پر قائم رہے اور یہ لوگ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (القصص:۵۲تا۵۴)

ان آیات مبارکہ میں اہل کتاب کے اس گروہ کا ذکر ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ونزولِ قرآن سے پہلے ''دورِ جاہلیت'' میں ایمان اور حق پر قائم رہے۔مسعود صاحب ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''قرآنِ مجید کے نزول کے بعد اہلِ کتاب دو گروہوں میں منقسم ہو گئے

① ایک تو وہ جو قرآن مجید کو پہچان گئے پھر بھی ایمان نہیں لائے......

② دوسرے وہ جو قرآن مجید کو پہچان گئے اور اس پر فوراً ایمان لے آئے......

آیتِ زیرِ تفسیر میں (اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ) دوسرے گروہ کے لوگوں کا قول ہے۔یہ قرآن مجید پر اس کے نازل ہونے سے پہلے بھی ایمان رکھتے تھے اور نازل ہونے کے بعد بھی اس پر ایمان لے آئے۔ یہ لوگ سنجیدہ اور انصاف پسند تھے......(اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ) ان کو دگنا اجر دیا جائے گا۔(اس لئے کہ ان میں مندرجہ ذیل صفات پائی جاتی ہیں۔)

① (بِمَا صَبَرُوْا) یہ لوگ اپنی کتاب کے مطابق احکام الٰہی پر جمے رہے اور پھر قرآن مجید کے مطابق احکامِ الٰہی پر جم گئے۔نہ احکامِ الٰہی سے نزول قرآن مجید سے پہلے روگردانی کی اور نہ نزولِ قرآن مجید کے بعد روگردانی کی۔ (تفسیر قرآن عزیز ج۷ ص۶۲۴۔۶۲۶)

قرآن مجید کی آیات سے اور پھر مسعود صاحب کی تفسیر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ''زمانۂ جاہلیت'' میں جہاں کفر وشرک کا دور دورا تھا، وہاں ایمان اور اہلِ ایمان کا وجود بھی باقی تھا جو شرک وکفر اور ہر قسم کی بے ہودگی سے بچتے ہوئے احکام الٰہی پر قائم رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((ثلاثة يؤتون أجرهم مرتين......ومؤمن أهل الكتاب

الذي كان مؤمناً ثم آمن بالنبي ﷺ فله أجران))

تین قسم کے لوگوں کو دہرا اجر دیا جائے گا...... (ان میں سے ایک) مومن اہل کتاب ہے جو پہلے بھی مومن تھا پھر نبی ﷺ پر بھی ایمان لایا تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ (صحیح بخاری:۳۰۱۱)

اس حدیث سے بھی ''دورِ جاہلیت'' میں ایمان اور مومنین کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: '' **أن النبي ﷺ لقي زيد بن عمرو بن نفيل بأسفل بلدح قبل أن ينزل على النبي ﷺ الوحي فقدمتُ إلى النبي ﷺ سفرة فأبى أن يأكل منها، ثم قال زيد: إني لست آكل مما تذبحون علىٰ أنصابكم ولا آكل إلا ماذكر اسم الله عليه** '' (صحیح بخاری:۳۸۲۶)

مسعود صاحب یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ بلدح کے نشیب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی۔ آپؐ کے سامنے ایک دستر خوان رکھا گیا۔ آپؐ نے اس میں سے کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ دستر خوان زید کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''میں بھی تمہارے آستانوں پر ذبح کئے ہوئے جانور نہیں کھاتا۔ میں تو اُس جانور کا گوشت کھاتا ہوں جو صرف اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔'' (صحیح تاریخ الاسلام ص۳)

انہی سے ایک روایت اس طرح ہے کہ '' **إن زيد بن عمرو بن نفيل خرج إلى الشام يسأل عن الدين ويتبعه......قال: ما أعلمه إلا أن يكون حنيفًا قال: وماالحنيف؟ قال :دين إبراهيم ، لم يكن يهوديًا ولا نصرانيًا ولا يعبد إلا الله فلما رأى زيد قولهم في إبراهيم عليه السلام خرج فلما برز رفع يديه فقال: اللهم إني أشهد ك أني علىٰ دين إبراهيم** '' (صحیح بخاری:۳۸۲۷)

مسعود صاحب اس واقعہ کو کچھ اس طرح نقل کرتے ہیں: '' زید بن عمرو بن نفیل...... وہ دین حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے... کہنے لگے مجھے اپنے دین کے متعلق کچھ بتاؤ شاید میں تمہارا دین قبول کر لوں۔ ......عیسائی عالم نے کہا تم حنیف ہو جاؤ۔ زید نے پوچھا حنیف کیا ہوتا ہے؟ اُس نے کہا ابراہیم علیہ السلام کا دین جو نہ یہودی تھے نہ عیسائی اور نہ وہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کرتے تھے۔ جب زید

نے ابراہیم علیہ السلام کے دین کے متعلق ان عالموں کی گفتگو سنی تو وہاں سے باہر چلے آئے اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا: ''اے اللہ میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں دینِ ابراہیمؑ پر ہوں'' (صحیح تاریخ الاسلام ص ۶۸)

اب دیکھئے! زید بن عمرو نزولِ قرآن سے پہلے ایام جاہلیت میں تھے لیکن شرک و کفر اور گمراہی سے بے زار تھے اور خالص موحّد تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور یہ جاہلیت ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ ان کی موت دورِ جاہلیت میں ہی ہوئی لیکن کفر وشرک پر نہیں بلکہ دینِ حنیف پر ہوئی۔

(دیکھئے صحیح تاریخ الاسلام ص ۶۸)

اسی طرح بیعت وافتراق والی احادیث میں جاہلیت کی موت سے مراد کفر کی موت نہیں، بلکہ زمانۂ جاہلیت کی موت کفر پر بھی ہو سکتی ہے اور ایمان پر بھی، جو شخص دین اسلام پر قائم رہے کفر وشرک سے بچا رہے، اس کی موت اسلام پر ہی ہوگی۔ جاہلیت کی ایک خصلت انتشار واختلاف بھی تھا لوگ مختلف قبائل واقوام میں منقسم ومنتشر تھے کسی نظم وضبط کے پابند نہ تھے، اسلام نے اتحاد واتفاق کو قائم کیا۔ قیامِ خلافت کے بعد کہ جب امت کا ایک معتد بہ گروہ خلیفہ پر مجتمع ہو، اجتماعیت قائم ہو پھر کوئی شخص اس اجتماعیت سے دور رہے تو اس کی موت جاہلیت کی ایک خصلت یعنی انتشار واختلاف پر ہوگی نہ کہ کفر وشرک پر۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''والمراد بالميتة الجاهلية وهي بكسر الميم حالة الموت كموت أهل الجاهلية علىٰ ضلال وليس له إمام مطاع ، لأنهم كانوا لايعرفون ذلك ، وليس المراد أنه يموت كافرًا بل يموت عاصيًا ويحتمل أن يكون التشبيه علىٰ ظاهره ومعناه أنه يموت مثل موت الجاهلي وإن لم يكن هو جاهليًا ، وإن ذلك ورد مورد الزجر والتنفير وظاهره غير مراد''

لفظِ میتة میم کی کسرہ کے ساتھ ہے اور جاہلیت کی موت سے مراد، اہلِ جاہلیت کے لوگوں جیسی حالتِ موت، بے راہ روی پر کہ اس کا کوئی فرمانروا امام نہ ہو۔ چونکہ وہ لوگ اسے نہیں جانتے

تھے (کہ ایک حکمران کے منظّم نظام کے تحت رہنا ہے) اوران الفاظ سے مراد یہ نہیں کہ وہ کافر ہوکر مرے گا بلکہ وہ گناہگار ہوکر مرے گا۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تشبیہ اس کے ظاہر پر ہو اس (صورت میں اس) کے معنی یہ ہیں کہ وہ دورِ جاہلیت کے فرد کی طرح مرے گا اگر چہ وہ خود دورِ جاہلیت کا فرد نہ بھی ہو۔یا یہ حدیث زجر وتوبیخ کے لئے وارد ہوئی ہے اوراس کا ظاہر مراد نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱۳/ ۱۰، تحت رقم الحدیث: ۷۰۵۴، مطبوعہ دارالسلام ریاض)

اس بات کوصرف حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دور جاہلیت کے لوگ کسی منظّم ریاست وحکمران کے ماتحت نہیں تھے اور مختلف قوم قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اورقرآن وسنت کے محکم دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام اہلِ جاہلیت شرک وکفر میں مبتلا نہ تھے بلکہ بہت سے لوگ کفر وشرک سے بیزار بھی تھے، اللہ عزوجل کی خالص عبادت کرنے والے بھی تھے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔اب بغیر کسی دلیل وبرھان کے یہ کہنا کہ یہ لوگ محض دورِ جاہلیت میں مرنے کی وجہ سے کفر وشرک پر مرے صرف ظلم ہی نہیں بلکہ ادّعاء علمِ غیب ہے جس کا بطلان ظاہر وباہر ہے۔

احادیثِ بیعت اوراجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماعی طرزِ عمل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سلطان یعنی اقتدار وحکومت سے علیحدگی اختیار کرلینے سے یا خلیفہ کی بیعت نہ کرنے سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ وہ مومن ومسلم ہی رہتا ہے۔مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''طریقہ ☆ وہی صحیح ہے جوسلف صالحین کا تھا،اس میں نت نئے نظریات کی آمیزش سخت معیوب ہے۔'' (تلاش حق ص ۴۷)

[☆ ہمارے نسخہ میں ''مسلک وہی صحیح ہے...'' لکھا ہوا ہے۔دیکھئے تلاشِ حق ص ۴۷]

جب سلف صالحین کا طریقہ ہی صحیح ہے تو آیئے! دیکھتے ہیں سلف صالحین بالخصوص اکابر واَجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف ومنہج کیا تھا؟ ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((وإن أمتكم هذه جعل عافيتها في أولها وسيُصيب آخرها بلاء وأمور تنكرونها)) تمہاری اس امت کی عافیت اس کے اول حصے میں رکھی گئی ہے اوراس کے

آخر حصے میں ایسی مصیبتیں اور ایسے معاملات ہوں گے جنھیں تم نہیں پہچانو گے۔

(صحیح مسلم:۴۷۷٦)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور احادیثِ افتراق و بیعت

پہلے خلیفہ راشد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا معاملہ دیکھ لیجیے، عرصہ چھ ماہ تک (مسعود صاحب کے اصول کے مطابق) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی، لیکن آپ نے انھیں اسلام سے خارج نہیں سمجھا، اور نہ آپ کی بیعت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک صحابی نے ایسا سمجھا۔ اگر بیعت شرطِ ایمان یا قبولیتِ اسلام کے لئے لازمی عمل ہوتا تو سیدنا ابوبکر اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی خاموش نہ رہتے، ضرور بالضرور ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کا فریضہ ادا کرتے۔ دیکھئے مانعینِ زکوٰۃ سے کس طرح انہوں نے قتال کیا؟ مسعود صاحب یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوتے ہی عرب کے بعض لوگوں نے کفر اختیار کر لیا (یعنی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا) حضرت عمرؓ نے کہا ''آپ ان لوگوں سے کیسے لڑ سکتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے'' مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں...... حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا'' اللہ کی قسم میں ضرور اس سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔...... اللہ کی قسم اگر ایک بھیڑ کا بچہ بھی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے مجھے نہ دیں گے تو میں ضرور ان سے اس بچہ کو روک لینے پر جنگ کروں گا۔'' حضرت عمرؓ کہتے ہیں'' اللہ کی قسم، اللہ نے ابوبکرؓ کے سینے کو کھول دیا تھا، بعد میں مَیں سمجھ گیا کہ یہ حق ہے۔'' (یعنی جنگ کرنا ضروری ہے)''

(تاریخ الاسلام ص ٦٨١)

لیکن بیعت نہ کرنے کے سلسلے میں آپ نے ایسا نہیں کیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور احادیثِ افتراق و بیعت

اسی طرح تیسرے خلیفہ راشد سیدنا عثمان نے بھی ''من فارق الجماعة'' اور بیعت والی احادیث کا یہ مفہوم نہیں لیا کہ یہ شرائطِ ایمان میں سے ہے۔ چنانچہ عبیداللہ بن عدی بن خیار

رحمہ اللہ نے فرمایا: ''أنه دخل علٰی عثمان بن عفان رضي اللّٰه عنه وهو محصور فقال :إنك إمام عامة ونزل بك ما نری ويصلي لنا إمام فتنة ونتحرج، فقال :الصلاة أحسن ما يعمل النا س فإذا أحسن الناس فأحسن معهم ، وإذا أساء وا فاجتنب أساء تهم'' وہ سیدنا عثمان کے پاس گئے جبکہ وہ (باغیوں کی بغاوت وخروج کے سبب اپنے گھر میں) محصور تھے انہوں نے کہا: آپ خلیفہ وقت ہیں اورآپ پر جو مصائب آئے ہیں وہ ہم دیکھ رہے ہیں اور ہمیں تو نماز بھی باغی امام پڑھاتے ہیں ہم اس میں حرج محسوس کرتے ہیں ،تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ جتنے اعمال کرتے ہیں نماز اُن میں بہترین عمل ہے، جب لوگ نیکی کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرو اور جب وہ بُرے کام کریں تو ان کی برائیوں سے دور رہو یا بچتے رہو۔(صحیح بخاری:۶۹۵)

دیکھئے اس سلسلے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل کیا تھا؟ جن لوگوں نے آپ کی خلافت سے اختلاف کیا، آپ کے خلاف بغاوت کی، آپ کو اپنے گھر میں محصور کر دیا اور یہ امیر سے کوئی بالشت برابر علیحدگی نہیں، معمولی اختلاف وافتراق نہیں بلکہ کھلی بغاوت وخروج تھا لیکن اس کے باوجود سیدنا عثمان نے اپنے مامورین کو باغیوں کے پیچھے نماز پڑھتے رہنے کی تاکید کی۔ مسلمین کی اجتماعیت یا خلیفہ سے افتراق وعلیحدگی اگر ارتداد اور کفر وشرک ہوتا یا اسلام سے خروج ہوتا اور بیعت شرطِ ایمان ہوتی تو کیا کوئی مسلم اس بات کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی شرائطِ ایمان وارکانِ اسلام سے بھی بے خبر ہوں اور ایک کفر وشرک کے مرتکب ،اسلام سے خارج مرتد کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہنے کی اجازت دے دیں۔! اور اس بات کا تصور بھی محال ہے کہ خلیفہ راشد جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت کا شرف بھی حاصل ہو اور وہ خلافت وامارت کے بنیادی بلکہ ان مسائل سے بھی ناواقف وبے خبر ہوں جن کا تعلق (رجسٹر جماعت کے اصول کے مطابق) شرائطِ ایمان سے ہو! اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جمّ غفیر موجود ہو مگر کوئی ایک بھی اس سلسلے میں اصلاح ورہنمائی کا فریضہ ادا نہ کرے! آخر معاملہ کی اصل نوعیت کیا ہے؟

قولِ عثمان رضی اللہ عنہ اور مسعود صاحب کی وضاحت

اس کی حقیقت اور وضاحت خود مسعود صاحب کے قلم سے ملاحظہ کیجیے، لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت عثمانؓ کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ نے امامِ فتنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ یہاں ایک بات یہ دیکھنی ہے کہ امامِ فتنہ کا اختلاف کیا تھا۔ کوئی مذہبی اختلاف نہیں تھا۔ اس کو حضرت عثمانؓ کے سیاسی احکام میں اختلاف تھا۔''

(تلاش حق ص ۱۰۸، اشاعت نمبر ۱۱ سنہ ۲۰۰۴ء)

مسعود صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا فتنہ انتظامی نوعیت کا تھا۔ دینی نوعیت کا نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس فتنہ کو کچلنے کی طرف توجہ نہیں دی ورنہ ہر خلیفہ کا فرض ہے کہ وہ دین کی حفاظت کرے اور دین کے خلاف جتنے بھی فتنے اٹھیں ان کا قلع قمع کرے۔''

(اعتراضات اور ان کے جوابات قسط نمبر ۱ ص ۵، جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک... ص ۴۸۰)

ایک اور مقام پر مسعود صاحب نے لکھا: ''۳۰: صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امام حسنؓ نے بیعت نہیں کی، حضرت امام حسینؓ نے نہیں کی اور نوبت جدال وقتال تک پہنچی...''

اس کے بارے میں مسعود احمد نے کہا: ''صلاح الدین صاحب اس کا ثبوت دیجئے۔''

بعد میں صلاح الدین کی دوسری عبارت نقل کر کے مسعود احمد بی ایس سی نے کہا:

المسلم صحابہ کا محولہ بالا اختلاف اور حمایت یا مخالفت تنظیمی امور میں تھی اگر دینی امور میں بھی تھی تو عارضی۔ نہ انھوں نے اختلاف کو ہوا دی اور نہ کوئی فرقہ بنایا۔'' (الجماعۃ ص ۴۶)

یہ ہے اصل حقیقت! مسعود صاحب کی ان تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ امیر سے علیحدہ ہونا، بیعت نہ کرنا وغیرہ کا تعلق انتظامی نوعیت سے ہے دینی نوعیت سے نہیں۔ جب یہ معاملہ انتظامی نوعیت کا ہے تو اسے شرائطِ ایمان کا مسئلہ قرار دینا بدترین جہالت و تناقض نہیں تو اور کیا ہے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حدیث بیعت وافتراق

گزشتہ صفحات میں باحوالہ یہ بات ہو چکی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں

سیدنا معاویہ اور دیگر صحابہ کا قصاص کے معاملہ میں ان سے اختلاف ہوگیا اور سیدنا معاویہ اور ان کے ساتھی جن میں صحابہ بھی تھے انہوں نے سیدنا علی کی بیعت بھی نہیں کی۔ لیکن سیدنا علی سمیت کسی بھی صحابی نے انہیں اسلام سے خارج اور کافر نہیں سمجھا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا علی بھی بیعت کو ''انتظامی نوعیت'' کا مسئلہ سمجھتے تھے شرائطِ ایمان کا نہیں۔

اس بحث سے چاروں خلفائے راشدین کا نظریہ اور طرزِ عمل واضح ہوجاتا ہے، مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''خلیفۂ راشد تو وہی ہوسکتا ہے جو قرآن مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلفاء راشدین کا عمل گویا سنتِ نبوی کا بہترین ثبوت ہوگا اور جس طریقہ پر وہ چلتے رہے ہوں گے وہ طریقہ یقیناً سنت نبویؐ سے ماخوذ ہوگا گویا خلفاء راشدین کی سنت سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوسکتی ہے۔ خلفاء راشدین بالاتفاق کسی ایسے طریقہ پر عمل پیرا نہیں ہوسکتے جس کا نمونہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہو۔'' (اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۳۱)

اس تحریر کے مطابق خلفائے راشدین کا طریقہ تو یقیناً سنت کے مطابق ہے لیکن رجسٹرڈ جماعت کا طریقہ وطرزِ عمل یقیناً سنت رسول ﷺ کے برعکس اور باطل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور احادیث بیعت

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی خلافت قائم کی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی بیعت نہیں کی، جیسا کہ مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت سے تخلف:

ایک دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ میں بیعت کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیعت کرنے پر راضی نہ ہوئے)......الخ'' (تاریخ الاسلام ص ۸۰۰)

لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما یا ان کے کسی ساتھی صحابی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اسلام سے خارج، کافر یا مرتد سمجھا ہو۔ یہ محض رجسٹرڈ تکفیری پارٹی کا غلو وتعصب ہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور احادیث بیعت وافتراق

جب یزید کی باقیات سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر غالب آ گئے اور یزیدیوں نے حجازِ مقدس پر بھی کنٹرول حاصل کرلیا، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا اور اس بات کو خود مسعود صاحب لکھ چکے ہیں کہ انہوں نے یزید، مروان اور عبدالملک بن مروان کی بیعت نہیں کی تھی، لیکن صحابہ کرام میں سے کسی نے ان کی تکفیر نہیں کی ، بلکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو کہ خود یزید کی بیعت کیے ہوئے تھے (بخاری:۷۱۱۱) اس کے باوجود ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے متعلق ان کے کیا خیالات تھے؟ ملاحظہ کیجیے، مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ ہو چکا تھا، وہ مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کی لاش مدینہ کی ایک گھاٹی میں درخت پر لٹکا دی گئی۔...... ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ ادھر سے گزرے۔ حضرت ابن زبیرؓ کی لاش کو دیکھکر وہاں کھڑے ہو گئے اور کہا ''اے ابو خبیبؓ السلام علیک، اے ابو خبیبؓ السلام علیک، اے ابو خبیبؓ السلام علیک۔...... اللہ کی قسم میں نے تو پہلے ہی تمہیں اس کام سے منع کیا تھا، اللہ کی قسم میں نے تو پہلے ہی تمہیں اس کام سے منع کیا تھا، اللہ کی قسم میں نے تو پہلے ہی تمہیں اس کام سے منع کیا تھا، اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ تم بہت روزہ دار، شب بیدار اور صلہ رحمی کرنے والے تھے، اللہ کی قسم وہ اُمت کتنی اچھی ہے جس کا بُرا (بزعمِ دشمن) تم جیسا ہو'' (تاریخ الاسلام ص ۸۰۱)

دیکھئے عبداللہ بن عمر انہیں دعائیں دیتے رہے، ان کی نیکیوں کا تذکرہ کرتے رہے ان کی تعریفیں کرتے رہے، اگر ''جاہلیت'' سے مراد کفر ہی ہوتا اور ان کی موت کفر پر ہوتی (نعوذ باللہ) تو کیا اس صورت میں وہ ان کی نیکی اور تقویٰ کا ذکر کرتے ان کے لئے دعائیں مانگتے ؟ یقیناً نہیں کیونکہ کفر وشرک کی موجودگی میں نیکی وتقویٰ کس کام کا!

مفہومِ حدیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع

یہ ہے صحابہ کرام کا اجماعی طرزِ عمل کہ وہ خلیفہ وقت کی بیعت نہ کرنے والوں کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر نہیں سمجھتے تھے۔ دوسری طرف مسعود صاحب اور ان کا رجسٹرڈ فرقہ ہے کہ جو شخص ان کی رجسٹرڈ پارٹی میں شامل نہ ہو، اُن کے محکوم ومأمور بے اختیار

امیر صاحب کی بیعت نہ کرے، خواہ وہ عقیدتاً وعملاً متقی پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو، یہ اسے ''غیر مسلم'' دائرہ اسلام سے خارج اور کافر سمجھتے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسعود صاحب اور ان کے قائم کردہ فرقے کا رویہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے برخلاف وبرعکس ہے۔

مسعود صاحب اوران کی جماعت کا سبیل المؤمنین سے انحراف: مسعود صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''روایاتِ بالا سے ثابت ہوا کہ چاروں رکعتوں میں قرأت کرنے پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔ نہ صرف امام کے لئے بلکہ مقتدی کے لئے بھی۔ کیا صحابہؓ کا یہ اجماع آپ کے نزدیک حجت ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ سبیل المؤمنین نہیں ہے جس پر آپ چل رہے ہیں۔ سورۂ نساء کے الفاظ ﴿ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (آیت نمبر ۱۱۵) پر غور کیجیے۔'' (التحقیق فی جواب التقلید ص ۸۸)

مسئلہ قراءت خلف الامام پر تو ''اجماع'' کا دعویٰ محلِ نظر ہے لیکن مسعود صاحب کی جماعت کے سارے افراد مسئلہ بیعت میں کسی ایک بھی صحابی سے یہ بات پیش نہیں کرسکتے کہ انہوں نے بیعت نہ کرنے والوں پر کفر یا اسلام سے خارج ہوجانے کا فتویٰ لگایا ہو، نہ بسند صحیح وحسن اور نہ بسند ضعیف، حالانکہ ضعیف تو مردود روایت ہوتی ہے۔ گویا اس پر صحابہ کا اجماع یقینی ومتفق علیہ ہے۔ تو مسعود صاحب کی درج بالا تحریر کے مطابق وہ خود اور ان کی پوری پارٹی یقیناً ''سبیل المؤمنین'' سے منحرف ہے۔

اور سبیل المؤمنین سے انحراف کوئی معمولی جرم نہیں، مسعود صاحب کی محولہ آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ اور جو شخص مخالفت کرے رسول کی بعد اس کے کہ اس کے لئے ہدایت واضح ہوگئی اور وہ مومنین کے راستے کے علاوہ کسی اور راستہ کی پیروی کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور (پھر) ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ (النساء: ۱۱۵)

ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ رجسٹرڈ جماعت کے ساتھیوں کو ''سبیل المؤمنین'' دل کی گہرائیوں سے قبول کرنے اور اس پر گامزن رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی طرزِ عمل ہمارے لئے ہدایت جاننے کا ایک روشن ذریعہ ہے۔

مسعود صاحب بہت سے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''......کہ جن لوگوں کے ایسے فضائل ہوں اُن سے کیسے اُمید کی جاسکتی ہے کہ سیاست کے میدان میں للّٰہیت کو چھوڑ کر دنیا دار اور مکار بن جائیں گے۔ غیر اسلامی سیاست کو منظور کرلیں گے اور محض دُنیوی مفاد کی خاطر یا بزدلی سے کلمۂ حق کہنے سے گریز کریں گے اور کسی غیر شرعی حاکم اور اس کے غیر شرعی احکام پر خاموش تماشائی بن جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ جماعت جس میں خلوص اور للّٰہیت کی فراوانی ہو، وہ لوگ جو ہر وقت رضائے الٰہی کے طالب رہتے ہوں، جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کی آبیاری کی ہو وہ کس طرح اپنی آنکھوں سے اسلام کی پامالی دیکھ کر خاموش رہ سکتے ہیں۔'' (تاریخ الاسلام ص ۶۴۷)

جب معاملہ یہ ہے اور یقیناً یہی ہے کہ ہر صاحبِ ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق ایسا ہی اعتقاد رکھے گا۔ اب رجسٹرڈ جماعت کے افراد بتائیں کہ اگر بیعت واقعی شرطِ ایمان ہوتی، بیعت نہ کرنے سے بندہ اسلام سے خارج ہو جاتا تو صحابہ کرام نے ایمانیات کے اس مسئلہ پر وہ بات کیوں بیان نہیں کی جسے آپ لوگ حق سمجھتے ہیں؟

اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسے ایمانیات کا مسئلہ سمجھتے نہیں تھے اور اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اجماعِ صحابہ سے متعلق مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''کسی دینی فعل پر اجماع صحابہ بھی حجت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کے فعل کا سرچشمہ ایک ہے اور وہ سرچشمہ سنت ہی ہوسکتی ہے'' (وقار علی صاحب کا خروج ص ۹ جدید طبع ص ۷، جماعت المسلمین کی دعوات ص ۵۳۳)

اسی طرح وہ لکھتے ہیں: ''اجماع صحابہ حکماً حدیث ہی کی ایک قسم ہے۔ قرآن مجید یا حدیث کا انکار کرنے والا، ان کو حجت شرعیہ اور ماٰخذ قانون نہ ماننے والا کافر ہے''

(ہمارے عقائد ص ۴، جماعت المسلمین کی دعوات...ص ۳۰)

اس کے باوجود بھی اگر رجسٹرڈ جماعت کے افراد بیعت و افتراق سے متعلق احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے واضح ہونے والے ان کے اجماعی مفہوم کو تسلیم نہیں کرتے تو اپنے ہی مذکورہ بالا فتویٰ کفر کی زد میں ہوں گے اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ ان

کے ہاں اصول محض وضع کئے جاتے ہیں ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔

مسعود صاحب کے چند تناقضات

اب مسئلہ زیر بحث سے متعلق مسعود صاحب کے چند تناقضات بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

پہلا تناقض: ایک طرف تو مسعود صاحب امیر کی بیعت کو شرط ایمان بتلاتے ہیں دوسری طرف یہ بھی لکھتے ہیں: ''۵۷ صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں: ۔حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے بیعت نہیں کی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت امام حسینؓ نے یزید سے بیعت نہیں کی، حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی۔ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد نے دورِ فتن میں کسی سے بیعت نہیں کی'' (حوالہ مذکورہ ص ۱۷ کالم نمبر ۳)

المسلم: صلاح الدین صاحب نے خود ہی ''دورِ فتن'' کہہ کر بیعت نہ کرنے کے عذر کو بیان کر دیا۔ اب ہم کیا لکھیں......'' (الجماعۃ ص ۵۸)

اس مقام پر مسعود صاحب نے ''دورِ فتن'' کو بیعت نہ کرنے کے لئے ''عذر'' تسلیم کر لیا۔ اگر بیعت واقعی شرطِ ایمان ہوتی تو محض ''دورِ فتن'' اس کے لئے عذر نہ بن سکتا۔

کیا رجسٹرڈ جماعت کے افراد کوئی اور ایسی بات پیش کر سکتے ہیں کہ جو ''شرطِ ایمان'' ہو لیکن دورِ فتن میں اس پر عمل نہ کرنا عذر بن سکتا ہو؟ اور ''دورِ فتن'' میں اس پر عمل نہ کرنے کی گنجائش ہو؟ فتنوں کے دور میں تو ایمان کی حفاظت کی بہت زیادہ تاکید ملتی ہے لہٰذا ایسے دور میں ''شرطِ ایمان'' پر عمل کیوں ضروری نہیں؟

دوسرا تناقض: مسعود صاحب کا دوسرا تناقض یہ ہے کہ جناب نے اس مقام پر صلاح الدین صاحب کو جواب دیتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور کو ''دورِ فتن'' قرار دے دیا چونکہ سیدنا معاویہ، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی کی بیعت نہیں کی تھی۔

جبکہ مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''ہم تو نہیں سمجھتے کہ حضرت عثمانؓ کا زمانہ شر کا زمانہ تھا۔ ہم تو اسے خیر کا زمانہ سمجھتے ہیں۔''

(اعتراضات اور ان کے جوابات قسط نمبر ۱ ص ۵، جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک... ص ۴۷۹۔۴۸۰)

قارئین کرام! مسعود صاحب کے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دور تو شر کا زمانہ نہیں کیونکہ وہ خلیفہ تھے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور کو "دورِ فتن" یعنی "شر کا زمانہ" قرار دے رہے ہیں کیا وہ خلیفہ نہ تھے؟

تیسرا تناقض: مسعود صاحب نے خیر القرون میں خلافتِ راشدہ کے زمانہ کو "دورِ فتن" کہہ کر بیعت نہ کرنے کے لئے "عذر" تسلیم کرلیا۔ لیکن آج کے حقیقی اور واقعی "دورِ فتن" اور شر کے زمانے کو بیعت نہ کرنے کے لئے عذر تسلیم نہیں کیا۔ آج جو اُن کے امیر کی بیعت نہیں کرتا یہ اسے اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب "دورِ فتن" جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیعت نہ کرنے کے لئے عذر ہوسکتا ہے تو آج کا بدترین پُرفتن دور بیعت نہ کرنے کے لئے عذر کیوں نہیں بن سکتا؟ جبکہ مسعود صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "تلزم جماعت المسلمین وامامھم" کے زمانہ کو شر کا زمانہ کہا ہے،"

(اعتراضات اوران کے جوابات، قسط نمبرا ص ۵، جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک... ص ۴۸۰)

جس سے واضح ہوتا ہے کہ موصوف اپنے دور کو شر کا زمانہ ہی سمجھتے تھے ۔ جیسا کہ ان کے دورِ امارت میں شائع کردہ ایک کتابچہ میں واضح طور پر لکھا ہے: "اب یہ جو ہمارا دور ہے، شر وفتن کا دور، تباہی و بربادی کا دور...... کیا اس دور کے بارے میں بھی کتاب وسنت سے کوئی لائحہ عمل، کوئی مشورہ، کوئی رہنمائی یا کوئی حکم ملتا ہے؟" (دعوت حق ص ۲۳، اشاعت دوم، سالِ طباعت ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۶ء)

اس کے بعد حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا حدیث نقل کی گئی ہے۔ اس وضاحت کے باوجود مسعود صاحب اوران کی رجسٹرڈ جماعت والوں کا ان کی بیعت نہ کرنے کی بنا پر موجودہ دور کے جمیع اہلِ اسلام کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھنا کھلا تناقض نہیں تو اور کیا ہے؟

چوتھا تناقض: اس سلسلے میں مسعود صاحب کا چوتھا تناقض یہ ہے کہ بیعت کو شرطِ ایمان قرار دینے کے باوجود دوسری طرف یہ بھی لکھتے ہیں:

"امیر سے علیحدگی گناہ عظیم ہے | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

......جس شخص کو امیر کی کوئی بات ناگوار گزرے تو صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان سے ایک بالشت بھی علیحدہ

ہواسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی (صحیح بخاری کتاب الفتن وصحیح مسلم کتاب الامارۃ)......اور جوشخص اس حالت میں مرے کہ اس کی گردن میں (امیر کی) بیعت نہ ہوتو وہ جاہلیت کی موت مرے گا''

(اجتماعیت اور اسلام سلسلہ اشاعت نمبر ۱۰۴، رجب ۱۴۰۴ھ ص ۳۔۴)

نیز لکھتے ہیں: ''جماعت سے علیحدہ ہونا گناہ عظیم ہے | رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

......جوشخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہو اور (اسی حالت میں) مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔'' (حوالہ بالا ص ۲، جماعت المسلمین کی دعوات ص ۱۵۳)

مندرجہ بالا اقتباسات میں امیر سے علیحدگی اختیار کرنے اور بیعت نہ کرنے کی احادیث پر ''گناہ عظیم'' کی سرخی قائم کی اور انہیں گناہ عظیم یعنی گناہ کبیرہ قرار دیا۔ مسعود صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''ہمارے ہاں بھی ایک لحاظ سے درجہ بندی ہے۔ صلاح الدین صاحب کا بیان صحیح نہیں بلکہ اتہام ہے۔ ہمارے ہاں کفر اور شرک، کبیرہ گناہ اور صغیرہ گناہ تینوں کی درجہ بندی موجود ہے۔ ہم گناہ صغیرہ یا کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہتے، مسلم ہی کہتے ہیں'' (الجماعۃ ص ۳۳)

ایک طرف تو جاہلیت کی موت والی احادیث پیش کر کے اس سے کفر کی موت مراد لیتے ہیں دوسری طرف بیعت نہ کرنے اور امیر یا جماعت سے علیحدگی والی وہی احادیث پیش کر کے اس سے گناہ عظیم مراد لیتے ہیں پھر ان کی طرف سے یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں مسلم ہی کہتے ہیں۔ تو پمفلٹ ''اجتماعیت اور اسلام'' کے اقتباسات کی روشنی میں ''جماعت اور امیر'' سے علیحدگی اختیار کرنے والا اور بیعت نہ کرنے والا محض گناہ کبیرہ کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ لیکن ان کی اپنی وضاحت کی روشنی میں ''مسلم'' ہی رہتا ہے کافر نہیں ہو جاتا دوسری طرف وہ شرطِ ایمان کا تارک، کافر اور اسلام سے خارج ٹھہرتا ہے کیا یہ واضح تضاد وتناقض نہیں؟

مسعود صاحب کی تکفیری دعوت: اس سلسلے میں مسعود صاحب کا پانچواں تناقض نہایت ہی عجیب ہے۔ الجماعۃ نامی کتاب جس میں مسعود صاحب نے واضح طور پر لکھا ہے کہ اگر بالفرض محال صحابی نے بھی بیعت نہ کی تو جاہلیت کی موت مرنے والا قانون قانون ہی رہے

گا۔ہم ابتدا میں باحوالہ ان کی مکمل عبارتیں نقل کر آئے ہیں۔لیکن اسی کتاب میں وہ سابق مدیرِ تکبیر صلاح الدین صاحب کو یہ دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جماعت المسلمین کے امیر کے ہاتھ پر بیعت نظامِ باطل کے مٹانے کے لئے ہی کی جاتی ہے تو پھر یا تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کر لیجئے یا دور رہتے ہوئے بھی اس کی تائید وحمایت میں سرگرم ہو جایئے۔'' (الجماعۃ ص ۵۵۔۵۶)

حیرت ہے کہ مسعود صاحب امیر کی بیعت کو شرطِ ایمان قرار دیتے رہے اور کفر کی موت سے بچنے کے لئے ضروری و لازمی قرار دیتے رہے، اس کے باوجود صلاح الدین صاحب کو یہ دعوت دی کہ یا بیعت کر لیجیے یا دور رہتے ہوئے......الخ جب بیعت شرطِ ایمان ہے تو مسعود صاحب کو یہ اتھارٹی کہاں سے حاصل ہوگئی کہ وہ کسی کو شرطِ ایمان کی تکمیل نہ کرنے کی دعوت دے دیں، ان کے اصولوں کے مطابق تو مسعود صاحب کی یہ دعوت خالص کفر اختیار کرنے کی دعوت ہے ، نیز شریعت سازی بھی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ لاشعور میں خود مسعود صاحب بھی یہ سمجھتے تھے کہ امیر کی بیعت نہ تو شرطِ ایمان ہے اور نہ یہ کفر و اسلام کا مسئلہ (واللہ اعلم وعلمہ اتم) وگرنہ صلاح الدین صاحب کو ہرگز ایسی دعوت نہ دیتے جو ان کے اپنے اصولوں کی رو سے خالص کفریہ دعوت ٹھہرتی ہے۔رجسٹرڈ جماعت کے افراد بتلائیں کہ ان کے فرقہ کے بانی امیر صاحب اس کفریہ دعوت دینے کے بعد ان کے خانہ ساز تکفیری قوانین واصول کا شکار ہوکر ''کافر'' ہوئے یا تکفیری اصول محض مخالفین ہی کے لئے ایجاد کیے گئے ہیں؟

المختصر! کہ مسعود صاحب کے خود ساختہ اور باطل اصول کی روشنی میں بیعت نہ کرنے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر ہوتی ہے۔جن اصولوں سے صحابہ کرام کی تکفیر ہوتی ہو وہ اصول کبھی حق نہیں ہو سکتے۔ان کا باطل ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔اب دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے بانی و امیر ثانی کی محبت میں غرق ہوکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر پر راضی رہتے ہیں یا پھر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے ان من گھڑت اصولوں کو باطل قرار دیتے ہوئے انھیں چھوڑ دیتے ہیں۔وباللہ التوفیق [۳۰/شعبان ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۱/اگست ۲۰۰۹ء]

حافظ زبیر علی زئی

''حدیث اور اہلحدیث'' کتاب کی تیس (۳۰) خیانتیں

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی خاتم النبیین و رضي اللّٰہ عن أصحابہ أجمعین و رحمۃ اللّٰہ علٰی ثقات التابعین و من تبعھم إلٰی یوم الدین ، أما بعد :

خیانت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ (دیکھئے الکبائر للذہبی مع تحقیق مشہور حسن ص ۲۸۰ کبیرہ:۳۴)

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ((**لا إیمان لمن لا أمانۃ لہ و لا دین لمن لا عھد لہ .**)) اس کا ایمان نہیں جس کی کوئی امانت نہیں اور اس کا دین نہیں جس کا کوئی وعدہ نہیں۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۹۴، وسندہ حسن لذاتہ، واوردہ الضیاء المقدسی فی المختارۃ ۵/۴۷ ح۱۶۹۹، وھو صحیح بالشواھد)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے، (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے (۳) اور جب امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔ (صحیح بخاری:۳۳، صحیح مسلم:۵۹)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اور خیانت ہر چیز میں بُری ہے...الخ (کتاب الکبائر ص ۲۸۲)
لیکن اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت کرنا تو بہت بڑا جرم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں خیانت نہ کرو اور تم جانتے ہو۔ (الانفال:۲۷)

ان دلائل کے باوجود بہت سے بدنصیب ایسے ہیں جو قرآن و حدیث میں خیانت کرنے سے بھی باز نہیں آتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی ذلیل کر دیتا ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی شدید ہے۔

اس تحقیقی مضمون میں انوار خورشید دیوبندی (نعیم الدین) کی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' سے تیس (۳۰) خیانتیں باحوالہ ورد پیشِ خدمت ہیں:

۱) نعیم الدین دیوبندی نے لکھا ہے:

''۴۔**عن الاعرج عن ابی هريرة عن النبی ﷺ فی الكلب يلغ فی الاناء انه يغسله ثلثا او خمسا او سبعا ، (دار قطنی ج ۱ ص ۶۵)**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن کو تین یا پانچ یا سات دفعہ دھو دیا جائے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۱۶۴)

اس حدیث کے بعد عبدالوہاب بن الضحاک (راوی) والی یہی سند لکھ کر امام دار قطنی نے فرمایا: ''**تفرد به عبدالوهاب عن إسماعيل هو متروك الحديث، وغيره يرويه عن إسماعيل بهذا الإسناد فاغسلوه سبعًا وهوا لصواب** '' اس حدیث کے ساتھ اسماعیل (بن عیاش) سے عبدالوہاب (بن ضحاک) نے تفرد کیا (اور) وہ متروک الحدیث ہے، اُس کے علاوہ دوسرے اسے اسماعیل سے: پس سات دفعہ دھوؤ روایت کرتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۶۵ ح ۱۹۱)

سنن دار قطنی کا حوالہ دے کر اور امام دار قطنی کی جرح کو چھپا کر نعیم الدین نے ان لوگوں کی پیروی کی ہے جنھیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔

یہ عبدالوہاب بن ضحاک وہی راوی ہے جس کے بارے میں امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے گواہی دی: ''**كان يكذب** '' وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۷۴)

۲) نعیم الدین دیوبندی نے بحوالہ دار قطنی (ج ۱ ص ۱۲۷) لکھا ہے کہ

''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھاگل میں پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ عمار کیا کر رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اسے

تھوک لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو پانچ چیزیں لگ جانے کی وجہ سے دھونا چاہیئے ۔ پیشاب، پاخانہ، قے ،خون اور منی ،عمار تمہارا تھوک ،تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھاگل میں ہے سب برابر یعنی پاک ہیں۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۱۶۸)

اس روایت کے فوراً بعد امام دارقطنی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:''**لم یروہ غیر ثابت بن حماد وھو ضعیف جدًا ، و إبراھیم و ثابت ضعیفان** '' اسے ثابت بن حماد کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور وہ سخت ضعیف ہے، ابراہیم (بن زکریا ابو اسحاق الضریر) اور ثابت (بن حماد) دونوں ضعیف ہیں۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۷ ح ۴۵۲)

اس جرح کو نعیم الدین نے چھپا کر لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

۳) نعیم الدین عرف انوار خورشید نے امام بیہقی کی السنن الکبریٰ (ج ۱ ص ۴۴) سے ایک روایت نقل کی: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہئے کہ اللہ کا نام لے لے (بِسم اللہ پڑھ لے) اس طرح سارا جسم پاک ہوگا اور اگر کسی نے دورانِ وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا وہی پاک ہوگا۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۱۸۰)

اس روایت کے فوراً بعد امام بیہقی نے لکھا ہے:''**و ھذا ضعیف ، لا أعلمه رواہ عن الأعمش غیر یحیی بن ھاشم و یحیی بن ھاشم متروك الحدیث ...** '' اور یہ ضعیف ہے، میں نہیں جانتا کہ اسے اعمش سے یحییٰ بن ہاشم کے علاوہ کسی اور نے روایت کیا ہے اور یحییٰ بن ہاشم متروک الحدیث ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴)

روایتِ مذکورہ پر اس جرح کو چھپا کر نعیم الدین نے خیانت کی ہے۔

فائدہ: حافظ ابو عمرو بن الصلاح الشہر زوری نے کہا:'' **لأن الضعف یتفاوت فمنه ما لا یزول بالمتابعات** '' کیونکہ ضعف کے مختلف درجے ہوتے ہیں، پس اُن میں سے ایسا ضعف بھی ہوتا ہے جو متابعات سے زائل نہیں ہوتا۔

اس کی تشریح میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا:''**یعني لا یؤثر کونه تابعًا أو متبوعًا**

كروایة الكذابین والمتروكین ''یعنی وہ (راوی یا ضعیف روایت) تابع ہو یا متبوع کوئی اثر نہیں کرتا جیسے کذابین اور متروکین کی روایت۔الخ

(اختصار علوم الحدیث ص ۳۸، النوع الثانی)

معلوم ہوا کہ کذاب اور متروک کی روایت بالکل مردود ہوتی ہے اور شواہد ومتابعات میں بھی اس کا پیش کرنا جائز نہیں ہے۔

۴) نعیم الدین نے لکھا ہے:

''۴۔**عن عمر بن عبدالعزیز قال قال تمیم الداری قال رسول اللہ ﷺ " الوضؤ من کل دم سائل "** (دارقطنی ج ا ص ۱۵۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم داریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر بہنے والے خون (کے نکلنے) سے وضوء (لازم ہوجاتا) ہے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۱۸۸۔۱۸۹)

اس روایت کے فوراً بعد امام دارقطنی نے فرمایا:

''**عمر بن عبدالعزیز لم یسمع من تمیم الداري ولا رآہ ، یزید بن خالد و یزید بن محمد مجھولان** ''عمر بن عبدالعزیز نے تمیم داری (رضی اللہ عنہ) سے نہیں سنا اور نہ اُنھیں دیکھا، یزید بن خالد اور یزید بن محمد دونوں مجہول ہیں۔(سنن دارقطنی ج ا ص ۱۵۷ ح ۵۷۱)

مذکورہ جرح چُھپا کر نعیم الدین نے دھوکا دیا ہے۔

فائدہ: سرفراز خان صفدر دیوبندی کڑمنگی گکھڑوی نے ثقہ تابعی نافع بن محمود رحمہ اللہ پر مجہول مجہول کی باطل جرح کر کے لکھا ہے:

''امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس امر کا ہرگز مکلّف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول اور غیر معروف راویوں سے اخذ کریں (کتاب القراءۃ ص ۱۲۷)

امام خطابیؒ فرماتے شرھا الموضوع ثم المقلوب ثم المجھول (تدریب الراوی ص ۱۹۴) کہ بدترین حدیث جعلی ہے پھر مقلوب اور پھر مجہول اور...''

(احسن الکلام ج ۲ص ۹۰، دوسرا نسخہ ج ۲ص ۱۰۰۔۱۰۱)

تنبیہ: نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اس کی تحقیق کے لئے درج ذیل کتابیں پڑھیں:

۱: جزء القراءۃ للبخاری (بتحقیق: نصر الباری)

۲: الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہریہ

۵) نعیم الدین نے لکھا ہے:

''۴۔ عن سهل بن سعد قال قال رسول اللّٰه ﷺ اذا ذهب احدكم الخلاء فلا يستقبل القبلة ولا يستد برها ، (مجمع الزوائد ج۱ ص۲۰۵)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جائے تو قبلہ کی طرف نہ رُخ کرے نہ پشت۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۲۰۸)

اس روایت کے فوراً بعد حافظ ہیثمی (صاحبِ مجمع الزوائد) نے لکھا ہے:

'' رواه الطبراني في الكبير و فيه محمد بن عمر الواقدي وهو ضعيف ''

اسے طبرانی نے الکبیر میں روایت کیا اور اس میں محمد بن عمر الواقدی ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ج۱ ص۲۰۵)

اس جرح کو کیوں چھپایا گیا ہے؟!

٦) نعیم الدین نے لکھا ہے:

''۲۔ عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول اللّٰه ﷺ اقل الحيض ثلثة ايام واكثره عشره ايام (دار قطنی ج۱ ص۲۱۹)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۲۲٦)

اس روایت کے فوراً بعد امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ابن منهال مجهول و محمد بن أحمد بن أنس ضعيف '' (حماد) ابن المنہال

(البصری) مجہول ہے اور محمد بن احمد بن انس ضعیف ہے۔ (سنن دارقطنی ج۱ص۲۱۹ح۸۳۶)
صاحب کتاب کی یہ جرح چھپا کر نعیم الدین نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ نیز دیکھئے نمبر ۲۹

۷) نعیم الدین نے سنن دارقطنی (ج۱ص۱۲۳) سے ایک روایت نقل کی ہے:

''حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ تلوار لٹکا کر نکلے آپ سے کہا گیا کہ آپ کے بہنوئی اور بہن صابی ہوگئے ہیں۔ آپ سیدھے بہن بہنوئی کے پاس آئے ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک صاحب جنہیں خبابؓ کہا جاتا ہے موجود تھے یہ سب سورۃ طہٰ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی پڑھوں اور کتاب پڑھنے لگے۔ آپ سے آپ کی بہن نے کہا کہ تم تو ناپاک ہو اور کتاب اللہ کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں اس لیے کھڑے ہو اور غسل یا وضو کرو حضرت عمر اُٹھے وضو کیا پھر کتاب لے کر سورۃ طٰہٰ پڑھی۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۲۳۰)

یہ روایت بیان کرنے کے متصل بعد امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**القاسم بن عثمان لیس بالقوی**'' قاسم بن عثمان (اس کا راوی) القوی نہیں ہے۔
(سنن دارقطنی ج۱ص۱۲۳ح۴۳۵)

حوالہ سنن دارقطنی کا دینا اور پھر جرح کو چھپا لینا خیانت ہے۔

۸) نعیم الدین نے لکھا ہے:

''۷۔**عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال من جمع بین الصلوتین من غیر عذر فقد اتیٰ بابا من الکبائر** ۔ (ترمذی ج۱ص۴۸، مستدرک حاکم ج۱ص۲۵۷)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۲۵۴)

سنن ترمذی کے اسی صفحے پر اس روایت کے متصل بعد لکھا ہوا ہے کہ (امام ترمذی نے فرمایا:)
''**و حنش هذا هو أبو علي الرحبي وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند**

أهل الحديث ضعفه أحمد وغيره والعمل علٰى هذا عند أهل العلم أن لا يجمع بين الصلاتين إلا في السفر أو بعرفة ''اور یہ (اس کا راوی) حنش ابوعلی الرجبی حنش بن قیس ہے اور وہ اہلِ حدیث (محدثین) کے نزدیک ضعیف ہے، اسے احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، اور اہلِ علم کا اس (مسئلے) پر عمل ہے کہ سفر اور عرفات کے علاوہ دو نمازیں جمع نہیں کرنی چاہئیں۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۴۸ ح ۱۸۸)

امام ترمذی کی اس جرح کو چھپا کر اور لوگوں کے سامنے ترمذی کا نام لے کر یہ روایت بیان کرنا بڑا افراڈ ہے۔

تنبیہ: حاکم نے حنش بن قیس کو ثقہ کہا لیکن ذہبی نے فرمایا: ''بل ضعفوه'' بلکہ اسے انھوں (محدثین) نے ضعیف کہا ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۲۷۵ ح ۱۰۲۰)

۹) انوار خورشید یعنی نعیم الدین نے لکھا ہے:

''۴۔عن عبد اللّٰه بن المغفل في هذه الآية و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لهٗ و انصتوا قال في الصلٰوة. (کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۸۷)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ آیت کریمہ و اذا قرئ القرآن کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۰۰)

اس روایت کے فوراً بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''هذا حديث مداره على هشام بن زياد ابن المقدام و اختلف عليه في إسناده و ليس بالقوي'' إلخ

اس حدیث کا دارو مدار ہشام بن زیاد ابن المقدام (ابوالمقدام) پر ہے اور اس کی سند میں اُس پر اختلاف ہے اور یہ القوی نہیں ہے۔ الخ (کتاب القراءۃ ص ۸۷ ح ۲۱۸)

امام بیہقی کی اس جرح کو چھپانا خیانت ہے۔

تنبیہ: ہشام بن زیاد ابوالمقدام متروک راوی ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۲۹۲)

۱۰) نعیم الدین نے بحوالہ کتاب القراءۃ للبیہقی (ص ۱۱۴) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی:

’’حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے لگے۔ نماز پوری ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءت کی ہے۔ تین دفعہ آپ نے یہ سوال کیا، ایک صاحب بولے جی ہاں یارسول اللہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا ہوگیا کہ مجھے قرآن کی قرأت میں کشمکش میں ڈالا جاتا ہے کیا تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے۔ امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔‘‘ (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۰۵۔۳۰۶)

اس روایت کے بعد اس کے راوی عبدالمنعم بن بشیر کے بارے میں امام بیہقی نے فرمایا:

’’**و عبدالمنعم بن بشير ذكره أبو أحمد بن عدي الحافظ رحمه الله في كتاب الضعفاء و قال له أحاديث مناكير لا يتابع عليها و عبدالرحمن بن زيد بن أسلم من الضعفاء المشهورين الذين جرحهم مذكو الأخبار مالك ابن أنس فمن بعده من أهل العلم بالحديث .**‘‘

اور عبدالمنعم بن بشیر کو حافظ ابواحمد بن عدی رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا اور فرمایا: اس کی روایتیں منکر ہیں جن میں اس کی متابعت نہیں کی جاتی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مشہور ضعیف راویوں میں سے ہے جن پر ناقدین حدیث (امام) مالک بن انس اور بعد میں آنے والے علمائے حدیث نے جرح کی ہے۔ (کتاب القراءت ص ۱۱۴۔۱۱۵)

یہ جرح چھپانا خیانت نہیں تو کیا ہے؟

عبدالمنعم بن بشیر کے بارے میں حافظ ابویعلیٰ الخلیلی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے فرمایا:

’’**وهو وضاع على الأئمة**‘‘ اور اماموں سے موضوع روایتیں بیان کرنے والا ہے۔

(الارشاد ج ۱ ص ۱۵۸)

۱۱) نعیم الدین نے کتاب القراءۃ للبیہقی (ص ۱۱۵) سے ایک روایت نقل کی:

’’حضرت عطاء خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کو لکھا

کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوتو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خاموش رہے اور اسے سنائی نہ دے اس کے لیے ایسا ہی اجر ہے جیسا اس شخص کے لیے جسے سنائی دے اور وہ خاموش رہے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۳۰۶)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو بغیر سند کے ذکر کیا اور فرمایا:

''و هذا حديث منقطع وراويه غير محتج به و الصحيح هذا الخبر عن عثمان بن عفان رضي الله عنه في الخطبة موقوفًا عليه . ''یہ حدیث منقطع ہے اور اس کے راوی سے حجت نہیں پکڑی جاتی، اور صحیح یہ ہے کہ یہ خبر عثمان رضی اللہ عنہ سے خطبہ کے بارے میں موقوف (یعنی غیر مرفوع) ہے۔ (کتاب القراءت ص ۱۱۶)

اس جرح کو چھپانا اور اسی مقام سے بے سند روایت کو نقل کر کے عام لوگوں کو دھوکا دینا بہت بڑا جرم ہے۔

تنبیہ: میرے پاس ''حدیث اور اہلحدیث'' کتاب کے تین نسخے ہیں اور ان تینوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کلماتِ ترضی یعنی دعا (رضی اللہ عنہ) موجود نہیں بلکہ جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ کاتب کی حرکت ہے یا نعیم الدین نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے؟!

۱۲) نعیم الدین دیوبندی نے کتاب القراءۃ للبیہقی (ص ۱۶۳) سے نقل کیا:

''حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو کیونکہ تمہیں امام کی قراءت ہی کافی ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۰۶)

امام بیہقی نے اس روایت کو ضعف کے بیان کے ساتھ ذکر کیا اور امام ابواحمد بن عدی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ اسے شعبی سے محمد بن سالم کے سوا کسی نے بیان نہیں کیا اور یہ محفوظ نہیں ہے، اسے قیس بن الربیع بھی بیان کرتا تھا، انھوں نے فرمایا: محمد بن سالم کی روایتوں پر ضعف واضح ہے۔ ہمیں ابوعبداللہ (الحاکم صاحب المستدرک) نے بتایا کہ اس کی سند میں

کئی لحاظ سے وہم ہے۔

اسے ہمارے علم کے مطابق حارث بن عبداللہ الھمد انی کے سوا کسی دوسرے راوی نے بیان نہیں کیا۔

حاکم نے اپنی سند کے ساتھ (امام) شعبی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ حارث کذابین میں سے تھا...اللہ کی قسم! وہ جھوٹا تھا...الخ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۶۳)

اس شدید جرح کو چھپا کر نعیم الدین نے یہود کی یاد تازہ کردی ہے۔

۱۳) نعیم الدین عرف انوار خورشید نے کہا:

"۳۴۔ عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة . (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۳۸)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔" (حدیث اور اہلحدیث ص۳۱۵)

اسی مقام پر امام احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ نے حاکم کا کلام نقل کیا اور فرمایا:

" خلط يحيى بن نصر في هذا الحديث من وجهين أحدهما في رفعه والآخر في تغيير لفظه و له من ذلك أخوات كثيرة و لأجل ذلك سقط عن حد الاحتجاج برواياته "

اس حدیث میں یحییٰ بن نصر نے دوطرح سے خلط کیا ہے یعنی غلطی کی ہے: ایک اس کے مرفوع بیان کرنے میں اور دوسرا اس کا لفظ بدلنے میں اور اسی طرح کی کئی حرکتیں اس نے کی ہیں اور اس وجہ سے وہ روایات میں حجت ہونے کی حد سے ساقط ہو چکا ہے۔

(کتاب القراءۃ ص۱۳۸)

امام بیہقی نے تو اس روایت کے راوی کو ساقط الاحتجاج (یعنی سخت ضعیف) قرار دیا جبکہ "حدیث اور اہلحدیث" والے نے اسے بحوالہ بیہقی بطورِ حجت پیش کردیا ہے۔!!

۱۴) نعیم الدین نے لکھا ہے:

''۳۸۔ **عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال من کان له امام فان قراء ة الامام لهٗ قراء ة** (کتاب القراءہ للبیہقی ص۱۵۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کے لیے امام ہوتو امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۱۷)

یہ روایت لکھنے کے بعد بیہقی نے حاکم سے اس پر جرح نقل کی، حاکم نے کہا: خارجہ بن مصعب السرخسی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ غیاث بن ابراہیم جیسے کذابین کی ایک جماعت سے تدلیس کرتا تھا، اس وجہ سے اس کی روایتوں میں منکر روایتوں کی کثرت ہوگئی۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: خارجہ بن مصعب کوئی چیز نہیں ہے۔ الخ (کتاب القراءۃ ص ۱۵۶)

اس مقام سے یہ روایت نقل کرنا اور جرح کو چھپا لینا بہت بڑی خیانت اور جرمِ عظیم ہے۔

۱۵) نعیم الدین نے لکھا ہے:

''۴۰۔ **عن انس بن مالك ان النبی ﷺ قال من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة .** (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۵۳)'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۱۷۔۳۱۸)

اس روایت کو بغیر متصل سند کے ذکر کرنے سے پہلے بیہقی نے فرمایا: ''**بإسناد مظلم** '' یعنی اندھیرے والی سند کے ساتھ۔ (کتاب القراءت ص ۱۵۳)

بعد میں بیہقی نے ان روایات کو موضوع قرار دیا اور فرمایا: '' **و ضعها بعض المجهولین من رواتها ..** '' انھیں ان کے بعض مجہول راویوں نے گھڑا ہے...

(کتاب القراءت ص ۱۵۴)

اس موضوع روایت کو بحوالہ بیہقی لوگوں کے سامنے پیش کرنا اُن لوگوں جیسا دھوکا ہے جنھوں نے تورات کی عبارت پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے چھپا دیا تھا۔

۱۶) انوار خورشید یعنی نعیم الدین دیوبندی نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب القراءت (ص ۱۷۶) سے ایک روایت نقل کی ہے:

'' نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز

پڑھی۔ میری داہنی طرف ایک انصاری صحابی تھے۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ میرے پیچھے کس نے قراءت کی ہے۔ انصاری بولے میں نے یارسول اللہ: آپ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے، تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہوتی ہے، جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے۔"

(حدیث اور اہلحدیث ص ۳۱۸۔۳۱۹)

یہ روایت بیان کرنے کے فوراً بعد امام بیہقی نے فرمایا:

"**هذا إسناد باطل ، فيه من لا يعرف و محمد بن إسحاق هذا إن كان هو العكاشي فهو كذاب يضع الحديث على الأوزاعي وغيره من الأئمة ...**"

یہ سند باطل ہے، اس میں غیر معروف (مجہول) راوی ہیں اور اگر یہ محمد بن اسحاق (راوی) عکاشی تھا تو وہ کذاب ہے، وہ اوزاعی وغیرہ اماموں پر جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا....

(کتاب القراءت ص ۱۷۷)

۱۷) نعیم الدین نے لکھا ہے:

"**۴۵۔عن جابر قال قال رسول الله ﷺ كل صلوة لا يقرأ فيها بام الكتاب فهي خداج الا وراء الامام .** (کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۱۳۶، دارقطنی ج ۱ص ۳۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔"

(حدیث اور اہلحدیث ص ۳۲۰)

یہ روایت بیان کرنے کے بعد بیہقی نے ابوعبداللہ (الحاکم) سے نقل کیا: "**وهم الراوي عن إسماعيل السدي في رفعه بلا شك فيه ...**" اسماعیل السدی سے اس کے مرفوع بیان کرنے میں راوی نے بے شک غلطی کی ہے... (کتاب القراءت ص ۱۳۶)

امام دارقطنی نے اس روایت کے بعد فرمایا: ''یحیی بن سلام ضعیف والصواب موقوف '' یحییٰ بن سلام ضعیف ہے اور صحیح یہ کہ یہ موقوف ہے۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۷ ح ۱۲۲۸)

اس جرح کو چھپانے میں کیا مقصد ہے؟

امام ابوعبداللہ بن یعقوب نے روایتِ مذکورہ کے بارے میں فرمایا: ''ھذا کذب '' اور یہ جھوٹ ہے۔ (کتاب القراءت ص ۱۳۷)

تنبیہ: اس کا ایک راوی ابوسعید محمد بن جعفر الخصیب الہروی نامعلوم ہے۔

۱۸) نعیم الدین نے کتاب القراءۃ للبیہقی (ص ۱۲۲) کے حوالے سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں امام جہر سے قراءت کر رہا ہو اس میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ امام کے ساتھ قراءت کرے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۲۱)

یہ روایت لکھنے کے بعد اس کے راوی امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ھذہ روایۃ منکرۃ ... '' یہ روایت منکر ہے۔ (کتاب القراءت ص ۱۲۲)

اس جرح کو چھپانا دھوکا ہے۔

۱۹) نعیم الدین نے زیلعی حنفی کی کتاب نصب الرایہ (ج ۱ ص ۴۰۴) سے خلافیات بیہقی کی ایک روایت نقل کی:

'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۹۲)

نصب الرایہ کے اسی صفحے پر اس روایت کے فوراً بعد بحوالہ بیہقی لکھا ہوا ہے کہ

''قال البیھقي: قال الحاکم :ھذا باطل موضوع ... '' بیہقی نے کہا: حاکم نے کہا: یہ (روایت) باطل موضوع ہے... (نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۴)

اس جرح کو چھپانا بہت بڑی خیانت ہے۔

۲۰) نعیم الدین نے لکھا ہے:

"۷۔ **عن انس ان النبی ﷺ نهی عن الاقعاء و التورك فی الصلوٰة**
(مجمع الزوائد ج۲ص ۸۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔" (حدیث اور اہلحدیث ص ۴۵۸)

اس روایت کے فوراً بعد حافظ ہیثمی نے فرمایا: "**رواه البزار عن شیخه هارون بن سفیان ولم أجد من ذکره و بقیة رجاله رجال الصحیح**" اسے بزار نے اپنے استاد ہارون بن سفیان سے بیان کیا اور مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۲ص ۸۶)

بزار (کشف الاستار ج۱ص ۲۶۶ ح ۵۴۹) اور مسند احمد (۲۳۳/۳) وغیرہما والی روایت کی سند میں (حافظ ابن حجر کے نزدیک) طبقۂ ثالثہ کے مدلس قتادہ موجود ہیں اور روایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔ قتادہ کا مدلس ہونا ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی تسلیم کیا ہے۔

دیکھئے حاشیہ جزء رفع الیدین (ص ۲۸۹ ح ۲۹ تا ۳۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: "اور مدلس جو روایت عن سے کرے، وہ منقطع ہوتی ہے.."

(تجلیاتِ صفدر ج۲ص ۱۷۹)

فائدہ: مسند احمد میں اس روایت کے بعد لکھا ہوا ہے کہ عبداللہ (بن احمد بن حنبل) نے فرمایا: میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ترک کر دیا تھا۔

(مسند احمد ۲۳۳/۳)

مدلس کے عنعنہ والی جس ضعیف روایت کو امام احمد متروک قرار دیں، اسے سلسلہ صحیحہ میں ذکر کرنا غلط اور مردود ہے۔!

۲۱) نعیم الدین دیوبندی نے لکھا ہے:

"**عن سمرة ان النبی ﷺ نهی عن التورك و الاقعاء ، الحدیث ۔**
(مجمع الزوائد ج۲ص ۸۶)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تورک اور اقعاء سے منع فرمایا ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۴۵۸)

مجمع الزوائد میں اس روایت کے فوراً بعد لکھا ہوا ہے کہ ''**رواہ البزار والطبراني في الأوسط و فیہ سعید بن بشیر و فیہ کلام**'' اسے بزار اور طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا اور اس میں سعید بن بشیر ہے اور اس میں کلام (یعنی جرح) ہے۔ (ج ۲ ص ۸۶)

سعید بن بشیر کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''**ضعیف**'' (تقریب التہذیب: ۲۲۷۶)

اس سعید بن بشیر الازدی الشامی کے بارے میں حافظ ابن الملقن نے فرمایا:

''**والأکثرون علیٰ تضعیفہ**'' اور اکثریت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(البدر المنیر ج ۹ ص ۸۵)

جمہور کی اس جرح کو چھپا کر بحوالہ مجمع الزوائد یہ روایت لوگوں کے سامنے پیش کر دینا فراڈ ہے، جس کا حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

تنبیہ: اس روایت میں ایک اور بھی وجہ ضعف ہے۔

۲۲) نعیم الدین نے دارقطنی (ج ۲ ص ۲۸) سے نقل کیا کہ

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر تین ہیں دن کے وتر یعنی نمازِ مغرب کی طرح۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۵۶۴)

اس روایت کے فوراً بعد امام دارقطنی نے فرمایا: ''**یحیی بن زکریا ھذا یقال لہ ابن أبي الحواجب ضعیف و لم یروہ عن الأعمش مرفوعًا غیرہ .**''

اس یحییٰ بن زکریا کو ابن ابی الحواجب بھی کہا جاتا ہے، وہ ضعیف ہے، اُس کے علاوہ کسی نے اسے اعمش سے مرفوعاً روایت نہیں کیا۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۸ ح ۱۶۳۷)

اس جرح کو چُھپانا دھوکا ہے۔

تنبیہ: روایتِ مذکورہ میں اعمش مدلس اور دولابی ضعیف فی التحقیق الراجح ہے۔

۲۳) نعیم الدین نے لکھا ہے: ''**۲۵۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

الوتر ثلٰث کثلاث المغرب ، (مجمع الزوائد ج۲ص۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر کی تین رکعتیں ہیں، مغرب کی تین رکعتوں کی طرح'' (حدیث اور اہلحدیث ص۵۶۴)

مجمع الزوائد میں المعجم الاوسط للطبرانی (۸۳۱۸) کی اس روایت کے فوراً بعد لکھا ہوا ہے:

''و فیہ أبو بحر البکراوي و فیہ کلام کثیر'' اور اس میں ابو بحر البکراوی (عبدالرحمٰن بن عثمان بن امیہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ الثقفی) ہے اور اس میں بڑا کلام (یعنی اس پر بڑی جرح) ہے۔ (مجمع الزوائد ج۲ص۲۴۲)

ابو بحر البکراوی کے بارے حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''**ضعیف**'' (تقریب التہذیب:۳۹۴۳)

۲۴) انوار خورشید کے پردے میں نعیم الدین نے لکھا ہے:

''۱۸۔عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلاث و یجعل القنوت قبل الرکوع ، (مجمع الزوائد ج۲ص۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۵۸۶)

اس روایت کو حافظ ہیثمی نے الاوسط للطبرانی کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد اس کے راوی سہل بن العباس الترمذی کے بارے میں فرمایا: ''قال الدارقطني :لیس بثقة'' دارقطنی نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد ج۲ص۱۳۸)

اس جرح کو چھپانا خیانت ہے۔

اگر یہ جرح غلط تھی تو دلائل کے ساتھ اس کا جواب دینا چاہئے تھا۔

۲۵) نعیم الدین نے مصنف ابن ابی شیبہ (ج۲ص۲۹۴) بیہقی (ج۲ص۴۹۶) معجم طبرانی کبیر (ج۱۱ص۳۹۳) اور مسند عبد بن حمید (ص۲۱۸) سے نقل کیا:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۶۳۵)

اس روایت کے فوراً بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**تفرد به أبو شيبة إبراهيم بن عثمان العبسي الكوفي وهو ضعيف** ''اس روایت کے ساتھ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶)

اس جرح کو چھپانا خیانت نہیں تو کیا ہے؟

۲۶) انوار خورشید کے نقاب میں ملبوس نعیم الدین دیوبندی نے امام دارقطنی (کی سنن ج ۲ ص ۷) سے نقل کیا: ''حضرت ام عبداللہ دوسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ واجب ہے ہر قریہ والوں پر اگرچہ اس میں چار ہی آدمی کیوں نہ ہوں اور قریہ سے مراد شہر ہے'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۷۶۹)

اس روایت کے متصل بعد امام دارقطنی نے فرمایا: ''**لا يصح هذا عن الزهري** ''

یہ زہری سے صحیح (ثابت) نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷ ح ۱۵۷۶)

اس جرح کو چھپانے کا یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس روایت کو صحیح سمجھیں اور نعیم الدین کا مسئلہ مان لیں۔

۲۷) نعیم الدین نے حافظ ہیثمی کی کتاب مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۱۸۴) سے نقل کیا:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں اس وقت داخل ہو جبکہ امام منبر پر ہو تو اس صورت میں نہ نماز جائز ہے نہ کلام جب تک کہ امام (خطبہ سے) فارغ نہ ہو جائے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۸۱۰)

اس روایت کے فوراً بعد حافظ ہیثمی نے فرمایا: ''**رواه الطبراني فى الكبير وفيه أيوب ابن نهيك وهو متروك ضعفه جماعة و ذكره ابن حبان فى الثقات و قال : يخطئ** ''اسے طبرانی نے الکبیر میں روایت کیا اور اس میں ایوب بن نہیک ہے اور وہ متروک ہے، ایک جماعت نے اسے ضعیف کہا اور ابن حبان نے الثقات میں ذکر کر کے کہا: وہ غلطیاں کرتا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸۴)

جمہور کے نزدیک اس مجروح راوی کو کتاب الثقات میں ذکر کرنا غلط ہے۔

تنبیہ: ایوب بن نہیک تک سند بھی نامعلوم ہے۔

۲۸) نعیم الدین نے مجمع الزوائد (ج۲ص۱۹۵) سے نقل کر کے لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد اور ان رکعتوں میں (درمیان میں دو رکعتوں پر سلام پھیر کر) فصل نہیں کرتے تھے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۸۲۴)

اس روایت کو المعجم الکبیر للطبرانی (ج۱۲ص۱۲۹ ح۱۲۶۷۴) سے نقل کر کے حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: ''**و فيه الحجاج بن أرطاة و عطية العوفي و كلاهما فيه كلام**''

اور اس میں حجاج بن ارطاۃ اور عطیہ العوفی ہیں اور دونوں میں کلام (جرح) ہے۔

(مجمع الزوائد ج۲ص۱۹۵)

حجاج بن ارطاۃ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے المجموع شرح المہذب ج۱ص۲۷۴)

اسے اکثر نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (التلخیص الحبیر ج۲ص۲۲۶ ح۹۶۲)

عطیہ العوفی بھی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے لیکن طبرانی کی سند میں مبشر بن عبید کذاب راوی ہے جس کا ذکر حافظ ہیثمی سے سہواً رہ گیا ہے لہذا یہ سند موضوع ہے۔

۲۹) نعیم الدین نے لکھا ہے:

''ا۔ **عن ابی امامة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقل الحيض ثلاث و اكثره عشر .**

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط مجمع الزوائد ج۱ص۲۸۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۲۲۶)

اس روایت کے فوراً بعد حافظ ہیثمی نے فرمایا: ''**و فيه عبدالملك الكوفي عن العلاء ابن كثير لا ندري من هو**'' اور اس میں علاء بن کثیر سے عبدالملک الکوفی راوی ہے اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہے؟ (مجمع الزوائد ج۱ص۲۸۰)

اس جرح کو چھپانا خیانت ہے۔ نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۶

فائدہ: امام دارقطنی نے اس روایت کے بعد فرمایا:

''و عبدالملك هذا رجل مجهول والعلاء هو ابن كثير وهو ضعيف الحديث و مكحول لم يسمع من أبي أمامة شيئاً .''

اور یہ عبدالملک مجہول آدمی ہے، علاء بن کثیر ضعیف الحدیث ہے اور مکحول نے ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے کچھ نہیں سنا۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۸ ح ۸۳۵)

۳۰) انوار خورشید کے بھیس میں چھپے ہوئے نعیم الدین دیوبندی نے امام بیہقی کی کتاب القراءۃ (ص ۱۷۰) سے نقل کیا کہ

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۱۷)

یہ روایت لکھنے کے بعد امام بیہقی نے امام دارقطنی (علی بن عمر الحافظ) سے نقل کیا:

'' أبو يحيى التيمي يعني إسماعيل بن إبراهيم و محمد بن عباد الرازي ضعيفان '' ابو یحییٰ التیمی یعنی اسماعیل بن ابراہیم اور محمد بن عباد الرازی دونوں ضعیف ہیں۔

(کتاب القراءت خلف الامام ص ۱۷۰ ح ۴۰۳)

اس جرح کو چھپا کر نعیم الدین نے اپنی تیس (۳۰) خیانتوں کی تعداد پوری کر دی ہے۔

میری طرف سے نعیم الدین دیوبندی اور اس کی کتاب: حدیث اور اہلحدیث کا دفاع کرنے والوں سے مطالبہ ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لیں ورنہ سوچ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کیا جواب دیں گے؟!

فائدہ: ''حدیث اور اہلحدیث'' کتاب کے تیس (۳۰) جھوٹوں اور اُن کے رد کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۳۹ ص ۲۶۔۴۸)

اس مضمون کا جواب ہمارے علم کے مطابق اب تک نہیں آیا۔ **و ما علينا إلا البلاغ**

(۱۰/ مارچ ۲۰۱۰ء)

یقیناً اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴾ اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے سے (اللہ کی) مدد طلب کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرہ:۱۵۳)

فقہ القرآن:

☆ دنیا کی زندگی ایک کڑی آزمائش ہے، اس لئے دنیا میں خوشی کے ساتھ ساتھ تکالیف و مصائب سے بھی اکثر سامنا رہتا ہے۔ دورانِ آزمائش تکالیف و مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید و مدد شاملِ حال رہتی ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إنما الصبر عند الصدمة الأولیٰ .))

صبر تو صرف صدمے کے شروع میں ہے۔ (صحیح بخاری:۱۲۸۳، صحیح مسلم:۹۲۶)

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے صبر کی تین اقسام بیان کی ہیں:

① حرام اور گناہ کے کاموں کو ترک کرنے پر صبر کرنا ② اطاعت اور نیکی کے امور سرانجام دینے پر صبر کرنا، یہ صبر پہلے سے بڑا ہے۔ ③ مصیبت، درد اور دُکھ پر صبر کرنا، یہ بھی واجب ہے جیسے عیوب سے استغفار کرنا واجب ہے۔ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۱/۱۲۷، نسخہ محققہ)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا بھی عجب حال ہے اس کے تمام اُمور میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ بات مومن کے علاوہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ اگر اسے خوشی ملتی ہے تو وہ (اللہ کا) شکر ادا کرتا ہے، پس یہ اس کے لئے بھلائی ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے، یہ اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم:۲۹۹۹)

☆ نماز پڑھنے سے انسان کو برائیوں کے خلاف مدافعت کرنے میں تقویت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یقیناً نماز بے حیائی اور منکرات سے روکتی ہے۔ (العنکبوت:۴۵)

حافظ زبیر علی زئی

ڈاکٹر اسرار احمد اور عقیدۂ وحدت الوجود

ابن عربی (صوفی) کی طرف منسوب کتاب: فصوص الحکم میں لکھا ہوا ہے:

'' **فأنت عبد و أنت رب** '' پس تُو بندہ ہے اور تُو رب ہے۔ (ص ۷۷، شرح الجامی ص ۲۰۲)

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا:

'' میرے نزدیک اس کا اصل حل وہ ہے جو شیخ ابن عربیؒ نے دیا ہے، جو مَیں بیان کر چکا ہوں، کہ حقیقت و ماہیت وجود کے اعتبار سے **خالق ومخلوق کا وجود ایک ہے،** کائنات میں وہی وجودِ بسیط سرایت کیے ہوئے ہے، لیکن جہاں تعین ہو گیا تو وہ پھر غیر ہے، اُس کا عین نہیں۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ یہ کائنات کا وجود ایک اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا عین اور دوسرے اعتبار سے اس کا غیر ہے۔ یہ ابن عربی کا فلسفہ ہے۔ اور ابن عربی ہمارے دینی حلقوں کی سب سے زیادہ متنازعہ فیہ (controvercial) شخصیت ہیں۔ ان کی حمایت اور مخالفت دونوں انتہا کو پہنچی ہیں۔ ہمارے صوفیاء کی عظیم اکثریت انہیں شیخ اکبر کے نام سے جانتی ہے۔ ان کی کتابیں ''فصوص الحکم'' اور ''فتوحاتِ مکیہ'' تصوف کی بہت اہم کتابیں ہیں۔ دوسری طرف اختلاف بھی اتنا شدید ہے کہ امام ابن تیمیہؒ نے ان کو ملحد و زندیق قرار دیا ہے اور جو بھی شرعی گالی ہو سکتی تھی ان کو دی ہے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اگر شیخ اکبر کی کسی بات کی تائید کر رہا ہوں تو وہ ان کا صرف یہ نظریہ ہے، باقی میں نے نہ فصوص الحکم کا مطالعہ کیا ہے، نہ فتوحاتِ مکیہ کا۔'' (اُم المسبحات یعنی سورۃ الحدید کی مختصر تشریح ص ۸۸)

معلوم ہوا کہ جس طرح ابن عربی وحدت الوجود کا قائل تھا، ڈاکٹر اسرار احمد کا بھی بعینہ وہی عقیدہ ہے۔

تنبیہ: وحدت الوجود کا عقیدہ باطل ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۲ ص ۴۶۰۔۴۷۲)